ماہنامہ جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

HRCP

Registered No. CPL-13

جلد نمبر 30 ...... شمارہ نمبر 10 ...... اکتوبر 2023

مذہب یا عقیدے کی آزادی کا تحفظ

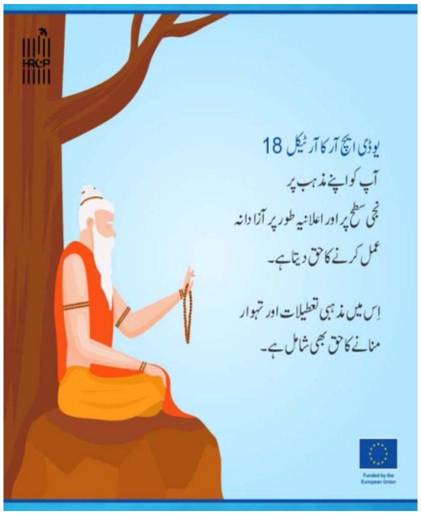

بے قاعدہ گرفتاری اور حراست سے تحفظ

فہرست

ایچ آر سی پی نے جامع انتخابی اصلاحات کا مطالبہ کیا ہے	03
سیاسی وانتخابی میدان میں پس ماندہ طبقوں کی خودمختاری یقینی بنائی جائے: ایچ آر سی پی	04
انسانی حقوق کے محافظوں کا اعلامیہ	06
کچے کے ڈاکو سالانہ ایک ارب روپے تاوان وصول کرتے ہیں: ایچ آر سی پی	10
بڑھتا ہوا گھریلو تشدد	11
گلگت بلتستان: سچ کی قربان گاہ	12
قلم آزاد	14
بچوں پر بوجھ نہ ڈالیں، انہیں تعلیم کا لطف اٹھانے دیں!	15
خواتین ڈاکٹروں کی شرحِ ملازمت میں کیسے اضافہ کیا جاسکتا ہے	16
دو بیٹوں کو قتل کر کے مزید بیٹوں کو قتل کرنے کی دھمکیاں	18
خواتین کو شناختی کارڈ بنوانے میں مشکلات	22

ایچ آر سی پی نے جامع انتخابی اصلاحات کا مطالبہ کیا ہے

حنا جیلانی

چیئرپرسن پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

آج ایک سیمینار میں، ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) نے ایک مباحثی دستاویز کے مشاہدات پیش کیے جس میں وسیع انتخابی اصلاحات کا مطالبہ کیا گیا ہے۔''انتخابات کو قابلِ اعتبار بنانا: انتخابی اصلاحات کی ضرورت'' کے عنوان سے جاری کی گئی دستاویز کا استدلال ہے کہ اگر ریاست انتخابی عمل پر شہریوں کے تیزی سے کم ہوتے اعتماد کو بحال کرنا چاہتی ہے تو اس طرح کی اصلاحات بہت ضروری ہیں۔ اگرچہ پاکستان کے انتخابات تاریخی طور پر متنازعہ رہے ہیں، غیر جمہوری قوتوں کے کردار کی وجہ سے یہ تنازعات مزید بڑھ گئے ہیں۔ اب انتخابی اصلاحات پر اتفاق رائے اور عمل کی ضرورت مزید بڑھ گئی ہے۔

انتخابی ماہر اور اس مباحثی دستاویز کے مصنف طاہر مہدی نے اپنے مشاہدات سات اہم شعبوں میں پیش کیے ہیں جن میں ساکھ، حلقے، ووٹر، امیدوار، پولنگ، مخصوص نشستیں اور مالیات شامل ہیں۔ دیگر جمہوریتوں کے تجربات پر روشنی ڈالتے ہوئے، دستاویز میں اس قانونی فریم ورک پر نظرثانی کرنے کی سفارش کی گئی ہے جو الیکشنز ایکٹ 2017 سمیت انتخابات کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ دستاویز میں الیکشن کمیشن آف پاکستان (ای سی پی) کے بطور عدلیہ کردار ادا کرنے اور ای سی پی کی آزادی پر اس کے منفی اثرات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

یہ استفسار کرتے ہوئے کہ کیا ووٹرز کو یہ انتخاب کرنے کی اجازت ہونی چاہیے کہ وہ کس حلقے میں اندراج کرائیں یا اپنا ووٹ ڈالیں، مقالے میں بتایا گیا ہے کہ اندرون ملک نقل مکانی کرنے والے افراد مؤثر حق رائے دہی سے محروم رہتے ہیں کیونکہ ان کیلیے ممکن نہیں ہوتا کہ وہ اپنے قومی شناختی کارڈ پر درج پتے کو اس حلقے کی انتخابی فہرستوں کے مطابق تبدیل کروا سکیں جہاں وہ رہتے ہیں۔ مقالے میں سختی سے استدلال کیا گیا ہے کہ ووٹ کے حق کو قومی شناختی کارڈ سے جوڑنے کے باعث ایک بنیادی شہری حق شہری کی ذمہ داری میں تبدیل ہوگیا ہے، یوں ایک کروڑ خواتین سمیت ایک بڑی آبادی کو حق رائے دہی سے محروم کردیا گیا ہے۔

اس دستاویز میں خواتین امیدواروں کے لیے مختص 5 فیصد نشستوں کو ظاہری اور مضحکہ خیز قرار دیا گیا ہے اور یہ تجویز کیا گیا ہے کہ سیاسی جماعتوں کو کم از کم 23 فیصد خواتین امیدواروں کو نامزد کرنا چاہیے، اور اس میں وقتاً فوقتاً اضافہ کرنا چاہئے تاکہ برابری کے حصول کو یقینی بنایا جاسکے۔

دستاویز میں اٹھایا گیا ایک اہم مسئلہ احمدیہ کمیونٹی کی غیر مساوی صورت حال ہے، جن کا انتخابی فہرستوں میں الگ سے اندراج کیا جاتا ہے، انہیں پولنگ اسٹیشنوں پر اپنی شناخت ظاہر کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے (اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالتے ہوئے) اور اپنے ووٹ کے حق کو مؤثر طور پر استعمال کرنے سے روکا جاتا ہے۔ اس دستاویز میں احمدی ووٹروں کے لیے علیحدہ ضمنی فہرست کو ختم کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ اس میں مذہبی اقلیتوں کے لیے مخصوص نشستوں کے تصور پر اس بنیاد پر تنقید کی گئی ہے کہ یہ نشستیں ایسے گروہوں کو موثر نمائندگی نہیں دیتیں۔

اس دستاویز میں ان سرگرمیوں کی روک تھام کے لیے مزید اصلاحات کی تجویز دی گئی ہے جو ووٹر کے مینڈیٹ کو کمزور کرتی ہیں، جیسے کہ متعدد نشستوں پر انتخاب لڑنا اور آزاد امیدواروں کا نشستیں حاصل کرنے کے بعد سیاسی جماعتوں میں شامل ہوجانا۔ مردم شماری اور انتخابی فہرستوں سے لے کر پولنگ دستاویزات اور منتخب نمائندوں کے اثاثوں کے اعلانات تک، ڈیٹا اکٹھا کرنے کے عمل کی تصدیق کا بھی جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ سوشل میڈیا پر غلط معلومات کے پھیلاؤ کی روک تھام اور تکنیکی حل جیسے کہ الیکٹرانک ووٹنگ مشینوں اور نتائج کی ترسیل کے نظام کا بھی جائزہ لیا جانا چاہیے۔

سیاسی و انتخابی میدان میں پس ماندہ طبقوں کی خودمختاری یقینی بنائی جائے: ایچ آر سی پی کی کانفرنس کا مطالبہ

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) اور فریڈرک نومان فاؤنڈیشن (ایف این ایف) کے تعاون سے منعقد کردہ کانفرنس کے مقررین اور شرکاء نے مطالبہ کیا ہے کہ عورتوں، خواجہ سراؤں، معذوریوں سے متاثرہ افراد اور مذہبی اقلیتوں سمیت تمام پس ماندہ طبقوں کی سیاسی و انتخابی عمل میں مؤثر شمولیت کے لیے جامع اصلاحات کی جائیں۔

اپنے افتتاحی خطاب میں، ایچ آر سی پی کے سیکرٹری جنرل حارث خلیق نے کہا کہ سماج کے پسے ہوئے طبقوں کی خودمختاری کے لیے اُنہیں مرکزی سیاسی دھارے کا حصہ بنانا ناگزیر ہے۔ اُنہوں نے ووٹروں اور اُمیدواروں، دونوں کو ہموار فضا فراہم کرنے کی ضرورت پر بھی زور دیا۔ ایف این ایف کے پاکستان چیپٹر کی سربراہ برگٹ لیم نے کانفرنس کا تعارف کرواتے ہوئے کہا کہ آزاد و شفاف انتخابات انتہائی ضروری ہیں تا کہ ان کے نتیجے میں منتخب ہونے والی حکومتوں کی قانونی حیثیت پر شکوک وشبہات پیدا نہ ہوں۔

پہلے سیشن میں، احمدیہ برادری کے نمائندے عامر محمود کا کہنا تھا کہ احمدیوں کے لیے الگ ووٹر فہرستیں عقیدے کی بنیاد پر امتیازی سلوک کے مترادف ہیں کیونکہ اس سے بطور شہری اُن کا ووٹ کا حق متاثر ہوتا ہے۔ خواجہ سراؤں کے حقوق کی کارکن ڈاکٹر مہرب معیز اعوان نے کہا کہ انتخابی عمل میں پس ماندہ طبقوں کی شمولیت خدا ترسی کے جذبے کی بجائے یک جہتی کے اصول پر مبنی ہونی چاہیے۔ بلوچستان اسمبلی کی سابق اسپیکر راحیلہ درانی نے مطالبہ کیا کہ عورتوں کی خودمختاری کے لیے مخصوص سیاسی تربیت گاہیں قائم کی جائیں تا کہ وہ بلند حوصلے کے ساتھ انتخابی مقابلوں اور سیاسی عمل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

دوسرے سیشن کے دوران، ایچ آر سی پی کے سابق چیئر پرسن افراسیاب خٹک نے پسے ہوئے طبقوں کے حوالے سے آئینی اور قانونی ڈھانچوں میں پائے جانے والے دوہرے معیار پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ قوانین اور برابری کا اصول ایک دوسرے سے متصادم ہیں جس سے شہریوں کی مساوی حیثیت کا تصور کمزور ہو رہا ہے۔ معروف محقق ڈاکٹر ناظر محمود نے پاکستان کی سیاسی تاریخ کے من گھڑت بیانیے کو فروغ دینے میں نصابی کتب کے کردار کا جائزہ لیتے ہوئے کہا کہ اِس سے شہریوں میں سیاست سے لاتعلقی کا رجحان پیدا ہوا ہے۔ امتیازی قوانین بھی منسوخ کیے جائیں، اور پس ماندہ طبقوں کو دی گئی آئینی ضمانتوں کی پاسداری کرتے ہوئے ہوئے اُنہیں پارلیمان میں مؤثر نمائندگی دی جائے۔

مقررین کی متفقہ رائے تھی کہ ووٹ کے حق کو قومی شناختی کارڈ سے جوڑ کر بارِ ذمہ داری ریاست سے شہریوں پر منتقل کیا گیا ہے جس کے نتیجے میں پس ماندہ طبقوں کا حق رائے دہی شدید متاثر ہوا ہے۔ پشاور ہائی کورٹ کے وکیل سنگین خان نے تجویز دی کہ حلقہ انتخاب کے کُل ڈالے گئے ووٹوں میں کم از کم 10 فیصد عورتوں کے ووٹ کی شرح میں بتدریج اضافہ کیا جائے اور سیاسی جماعتوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے ووٹوں میں اضافے کے لیے اپنی صفوں میں عورتوں کی نمائندگی بڑھائیں۔ اسمبلیوں میں عورتوں کے لیے پانچ فیصد کوٹے کے غلط استعمال کو روکنے کے لیے کڑی نگرانی اور مؤثر جوابدہی کا نظام تشکیل دینا بھی ضروری ہے۔

آخری سیشن کے دوران، مقررین نے پس ماندہ شہریوں پر اشرافیہ کی گرفت کے اثرات پر گفتگو کی۔ ماہر تعلیم عاصم بشیر نے کہا کہ آبادی سے متعلق مبالغہ آمیز اعداد و شمار کے ذریعے بلواسطہ طریقے سے من مانی حلقہ بندیاں کر کے ووٹروں کے مفادات کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ ایواجی الائنس کی چیئر ثنا درانی اور سابق وزیر خزانہ عائشہ غوث نے بھی شہریوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے وسیع تر سیاسی اصلاحات اور نئے سماجی معاہدے کی سفارش پیش کی۔

اپنے اختتامی کلمات میں، ایچ آر سی پی کے کونسل رُکن فرحت اللہ بابر نے رائے دہندگان کو غیر سیاسی بنانے کے عمل پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ سیاست کو بُرا بھلا کہنے سے تبدیلی لانے کا سیاسی عزم ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ اُن کا کہنا تھا کہ ہمیں سیاسی طور پر فعال نوجوان کارکنوں کے ذریعے اصلاحات لانا ہوں گی۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 19 ستمبر 2023]

انتخابات کے حوالے سے پائی جانے والی غیر یقینی صورتِ حال ختم ہونی چاہیے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کی انتظامی کونسل نے آج اپنے ایک اجلاس کے اختتام پر انتخابات کے حوالے سے پائی جانے والی غیر یقینی صورتِ حال پر شدید تشویش کا اظہار کیا ہے۔

ایچ آر سی پی نے الیکشن کمیشن آف پاکستان (ای سی پی) پر زور دیا ہے کہ وہ انتخابات کے شیڈول کا فوری طور پر اعلان کرے اور کوشش کرے کہ انتخابات کی تاریخ مقرر کردہ نوے دنوں کے ممکنہ حد تک قریب ترین ہو۔ حلقہ بندیاں فوری طور پر اور مؤثر طریقے سے کی جائیں اور اُنہیں انتخابات کو مزید مؤخر کرنے کے لیے بطورِ بہانہ استعمال نہ کیا جائے۔ اِس کے علاوہ، ایچ آر سی پی کو نادرا جیسے اداروں کی طرف سے انتخابی عمل میں ساز باز کرنے کے خدشے پر بھی تشویش ہے۔ کمیشن کا ای سی پی سے مطالبہ ہے کہ وہ اِس خدشے کے ازالے کے لیے تمام ضروری کارروائی کرے۔

ایچ آر سی پی ملک میں بڑھتے ہوئے انتشار سے بھی فکر مند ہے، جہاں اطلاعات کے مطابق، ٹی ایل پی جیسی انتہائی دائیں بازو کی سیاسی جماعتوں کے لیے مصنوعی سیاسی جگہ بنانے کے لیے مذہبی و فرقہ وارانہ دھڑے بندیوں کو ہوا دی جا رہی ہے۔ اس طرح کی سیاسی جماعتیں اپنی سیاسی شناخت کے لیے متنازعہ اور پُرتشدد ہتھکنڈے استعمال کر کے جاندار سیاسی و شہری فضا پر قابض ہوتی ہیں جس کی قیمت خاص طور پر مذہبی اقلیتوں و فرقوں کو چکانی پڑتی ہے۔ مزید برآں، خیبر پختونخوا میں جاری دہشت گردی کی وجہ سے سیاسی جماعتیں صوبے میں انتخابی مہم چلانے سے خوفزدہ ہیں۔ اِس رجحان کا ہم نے ماضی میں بھی مشاہدہ کیا ہے اور یہ کسی بھی صورت میں دہرایا نہیں جانا چاہیے۔

آزادانہ، منصفانہ اور قابلِ بھروسہ انتخابات کا انعقاد یقینی بنانے کے علاوہ، موجودہ نگران حکومت کو نہ صرف اس امتحان سے سرخرو ہونا پڑے گا کہ اِس نے عوام کے پُرامن احتجاج کے حق کا تحفظ و احترام کیا ہے بلکہ یہ بھی کہ وہ اُن مسائل کا سنجیدہ نوٹس لے گی جن کی وجہ سے لوگ متحرک ہو رہے ہیں۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 3 ستمبر 2023]

نگران حکومت قبل از انتخابات سیاسی انتقام کا سلسلہ بند کرے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کے خیال میں وزیرِ اعظم انوار الحق کاکڑ کا یہ بیان انتہائی غیر مناسب ہے کہ پی ٹی آئی کے چیئر پرسن عمران خان اور پارٹی کی اعلیٰ قیادت کے بغیر بھی شفاف انتخابات ممکن ہیں۔ پی ٹی آئی کے سربراہ عمران خان بدعنوانی کے ایک مقدمے میں جیل میں بند ہیں جبکہ پارٹی کے کئی رہنما 9 مئی کے فسادات کے بعد سے زیرِ حراست ہیں۔ چونکہ عدالتوں نے اِن تمام مقدمات میں قید لوگوں کو ابھی مجرم ثابت نہیں کیا، لہذا، کاکڑ صاحب کے دعوے غیر جمہوری اور غیر معقول ہیں۔ وزیرِ اعظم کو علم ہونا چاہیے کہ انتخابات کی 'شفافیت' کا تعین وہ یا اُن کی حکومت یکطرفہ طور پر نہیں کر سکتی۔ لوگوں کو بڑے پیمانے پر گرفتار کر کے، رہائی کے بعد دوبارہ گرفتاریاں عمل میں لا کر، جماعت سے جبری لاتعلقی پر مجبور کر کے، سیاسی رہنماؤں اور کارکنوں کے

خلاف متعدد مقدمات کے اندراج (بشمول فوجی عدالتوں میں)، اور اُن کے اظہار و اجتماع پر پابندیاں لگا کر جس منظّم طریقے سے پی ٹی آئی کی قیادت کو تتّر بتّر کیا گیا ہے اِس سے انتخابی عمل میں شمولیت کے لیے ہموار فضا پیدا نہیں ہوئی۔ یہ تمام کارروائیاں باعثِ تشویش ہیں کیونکہ اِن سے ہمیں قبل اَز انتخابات ہونے والی ساز باز کے ٹھوس شواہد نظر آرہے ہیں جن کا مشاہدہ ہم نے 2018 میں کیا تھا۔ ایچ آر سی پی سابق وزیر اعلیٰ اور پی ٹی آئی کے صدر پرویز الٰہی سے کیے گئے سلوک کی بھی مذمت کرتا ہے جنھیں عدالتِ عالیہ لاہور کی ہدایات کے برخلاف دوبارہ گرفتار کیا گیا تھا۔

ایچ آر سی پی حکومت کو یاد دلانا چاہتا ہے کہ آزاد و شفاف انتخابات کروانا الیکشن کمیشن کی ذمہ داری ہے۔ نگران حکومت ایسے معاملات پر غیر ذمہ دار اور جانبدار بیانات دینے سے گریز کرے جو اس کے دائرہ اختیار سے باہر ہیں۔ اِس کی بجائے، یہ آزاد، شفاف اور شمولیتی انتخابات کے لیے سازگار ماحول پیدا کرنے پر اپنی توانائیاں صرف کرے۔

[پریس ریلیز۔ کراچی۔ 25 ستمبر 2023]

بہتر نظم و نسق اور محاسبے کی اشد ضرورت ہے: شمالی سندھ میں حقوق کی خلاف ورزیوں پر ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ کا اجراء

شمالی سندھ: پائیدار حل کی تلاش' کے عنوان سے آج کراچی میں جاری ہونے والی اپنی ایک فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ میں پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے غیر محفوظ طبقوں کے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں، امن و امان کی مخدوش صورت حال، تعلیم و صحت کی سہولیات تک غیر موثر رسائی اور بنیادی آزادیوں پر دیگر پابندیوں سمیت انسانی حقوق کی مجموعی صورت حال پر شدید تشویش کا اظہار کیا ہے۔

یہ رپورٹ ایچ آر سی پی کے فیکٹ فائنڈنگ مشن کے انٹرویوز اور مشاورتی ملاقاتوں پر مبنی ہے جو مشن نے [illegible] جیکب آباد لاڑکانہ اور کراچی میں کیں۔ یہ مشن انسانی حقوق کے دفاع کاروں، وکلا، صحافیوں، طالب علموں، محنت کشوں، سیاسی رہنماؤں، حکومتی نمائندوں اور قانون نافذ کرنے والے حکام سے بھی ملا۔ مشن کو معلوم ہوا کہ جنسی تشدد کے جرائم میں ملوث مجرموں کو بہت کم سزا ملنے کی ایک بنیادی وجہ متاثرہ عورتوں کے لیے محفوظ پناہ گاہوں کی قلت ہے۔ شدید امتیازی سلوک، توہین مذہب کے من گھڑت الزامات اور مذہب کی جبری تبدیلی کے واقعات کی وجہ سے مذہبی اقلیتیں بھی غیر محفوظ ہیں۔

منظّم جرائم، جبری گمشدگیوں اور ماورائے عدالت ہلاکتوں کی شرح تشویش ناک حد تک بڑھ چکی ہے، استحصالی جاگیردارانہ نظام رائج ہے اور اس سب کچھ کے باوجود بہتر نظم و نسق اور محاسبے کا فقدان ہے، خاص طور پر کچے کے علاقوں میں۔ علاقے کی کشیدگی میں قبائلی جھگڑوں کا بڑا ہاتھ ہے جس نے وہاں کی سماجی و سیاجی ترقی پر بھی شدید منفی اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس کے علاوہ انسانی حقوق کے مسائل کی کوریج پر سنسر شپ کا سلسلہ بلا روک ٹوک جاری ہے۔ صحافیوں نے شکایت کی کہ قانون نافذ کرنے والے اہلکار اُن پر حملے اور ان کے خلاف مقدمات درج کرتے ہیں جس سے صحافت کی آزادی شدید متاثر ہوتی ہے۔ سیلاب متاثرین کی بحالی نو اور موسمیاتی مسائل کے حوالے سے طویل المدتی پائیدار حل کے لیے ضروری اقدامات بھی کرنا ہوں گے۔

رپورٹ میں عورتوں کے لیے ہر ضلع میں محفوظ پناہ گاہوں کے قیام سمیت جامع حفاظتی نظام وضع کرنے کی سفارش کی گئی ہے اور مذہبی اقلیتوں کے مسائل پر نظر رکھنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ ریاست شمالی سندھ کے لوگوں کو سستی تعلیم و صحت کی سہولیات بھی فراہم کرے اور ماورائے عدالت قتل روکنے کے لیے اقدامات کرے۔ اس حوالے سے پولیس اہلکاروں کے لیے تربیتی ورکشاپس کا اہتمام کیا جائے تاکہ اُن کی صلاحیت میں اضافہ ہو۔

منظّم جرائم اور اغوا کاریوں کے واقعات پر قابو پانے کے لیے، خاص طور پر کچے کے علاقوں میں، ایک مخصوص پولیس یونٹ قائم کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ، سندھ کمیشن برائے انسانی حقوق علاقے میں جبری گمشدگیوں کے واقعات پر نظر رکھے اور اس سلسلے میں ہونے والی تمام تحقیقات کا فریق بنے۔ شمالی سندھ میں 2022 کے سیلاب کی تباہ کاریوں کے پیش نظر، ریاست کو سیلاب متاثرین کی مکمل بحالی نو کے لیے اقدامات کرنے چاہئیں جواب بھی مدد کے منتظر ہیں، نیز اسے موسمیاتی مسائل کے طویل المدتی پائیدار حل پیش کرنے چاہئیں۔

[پریس ریلیز۔ کراچی۔ 8 ستمبر 2023]

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔ جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،
نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کا رکن متوجہ ہوں

'''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتے تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

انسانی حقوق کے محافظوں کا عالمی اعلامیہ

عالمی طور پر تسلیم شدہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ اور تحفظ کے لیے افراد، گروہوں اور سماجی عناصر کے حقوق اور ذمہ داریوں سے متعلق اعلامیہ

جنرل اسمبلی کی قرارداد نمبر 53/144، جو کہ 9 دسمبر 1998 کو منظور کی گئی

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی

☆ دنیا کے تمام ممالک میں تمام افراد کے تمام انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ اور تحفظ کے لیے اقوام متحدہ کے منشور میں موجود اصولوں اور مقاصد کی اہمیت کا اعادہ کرتے ہوئے،

☆ انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے اور انسانی حقوق کے بین الاقوامی میثاق کی اہمیت کا انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے عالمی سطح پر احترام اور عملدرآمد کو فروغ دینے کے لیے بین الاقوامی کوششوں کے بنیادی عناصر کے طور پر اعادہ کرتے ہوئے اور انسانی حقوق کے معاہدات اور اعلامیوں کی اہمیت کا اعادہ کرتے ہوئے جو اقوام متحدہ کے نظام میں یا علاقائی سطح پر مروج ہیں۔

☆ اس بات پر زور دیتے ہوئے کہ بین الاقوامی برادری کے تمام ارکان مشترکہ اور انفرادی طور پر تمام افراد کے لیے بلا تفریق نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب، سیاسی یا دیگر آراء اور قومی یا سماجی شناخت، انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ اور ان کے احترام کی حوصلہ افزائی سے متعلق اپنی ذمہ داری پوری کریں اور بالخصوص بین الاقوامی تعاون کے ذریعے اس ذمہ داری کی اقوام متحدہ کے منشور کے مطابق تکمیل کی اہمیت کا اندازہ کرتے ہوئے۔

☆ افراد اور اقوام کے انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کی تمام تر خلاف ورزیوں بشمول وسیع پیمانے پر سنگین اور منظم خلاف ورزیوں جیسے کہ نسل کی بنیاد پر کارروائیاں، تمام اقسام کی نسلی تفریق، نوآبادیاتی نظام، غیر ملکی تسلط یا قبضہ، قومی خودمختاری، واحدانیت اور علاقائی سلمیت کے خلاف جارحیت یا دھمکیاں، لوگوں کے حق خودارادیت اور ان کے اپنے مالی اور قدرتی وسائل پر مکمل اختیار کے حق کو ماننے سے انکار پر ظہور پذیر ہوتی ہیں، کے موثر خاتمے کے لیے افراد، گروہوں اور تنظیموں کے گراں قدر کام کا اعتراف کرتے ہوئے۔

☆ اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ بین الاقوامی امن اور انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کا باہمی تعلق ہے اور اس بات کا بھی شعور رکھتے ہوئے کہ بین الاقوامی امن کی عدم موجودگی اس سلسلے میں عملدرآمد سے استثنیٰ فراہم نہیں کرتی۔

> **افراد اور اقوام کے انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کی تمام تر خلاف ورزیوں بشمول وسیع پیمانے پر سنگین اور منظم خلاف ورزیوں جیسا کہ نسل کی بنیاد پر کارروائیاں، تمام اقسام کی نسلی تفریق، نوآبادیاتی نظام، غیر ملکی تسلط یا قبضہ، قومی خودمختاری، واحدانیت اور علاقائی سلمیت کے خلاف جارحیت یا دھمکیاں، لوگوں کے حق خودارادیت اور ان کے اپنے مالی اور قدرتی وسائل پر مکمل اختیار کے حق کو ماننے سے انکار پر ظہور پذیر ہوتی ہیں، کے موثر خاتمے کے لیے افراد، گروہوں اور تنظیموں کے گراں قدر کام کا اعتراف کرتے ہوئے۔**

☆ اس بات کا اعادہ کرتے ہوئے کہ تمام انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں عالمگیری حیثیت کی حامل، ناقابل تقسیم، ایک دوسرے پر منحصر اور ایک دوسرے سے منسلک ہیں اور بغیر کسی فوقیت کے ان میں سے ہر ایک کا فروغ اور ان پر مناسب اور منصفانہ طریقے سے عملدرآمد ہونا چاہیے۔

☆ اس بات پر زور دیتے ہوئے کہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیاں کے فروغ اور تحفظ کی بنیادی ذمہ داری اور فرض ریاست پر عائد ہوتا ہے۔قومی اور بین الاقوامی سطح پر انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام اور ان سے متعلق علم کے فروغ کے لیے افراد، گروہوں اور تنظیموں کے حقوق اور ذمہ داری کو تسلیم کرتے ہوئے، یہ اعلان کرتی ہے کہ:

دفعہ 1

ہر شخص کو انفرادی اور اجتماعی طور پر، انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ، تحفظ اور حصول کے لیے قومی اور بین الاقوامی سطح پر جدوجہد کرنے کا حق حاصل ہے۔

دفعہ 2

1۔ ہر ریاست کی بنیادی ذمہ داری اور فرض ہے کہ وہ تمام انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے تحفظ، فروغ اور نفاذ کو ممکن بنائے بشمول ایسے اقدامات کے جو سازگار ماحول پیدا کرنے کے لیے ضروری ہیں اور ایسی قانونی یقین دہانیوں کے ذریعے جو اس بات کو لازم بنائیں کہ ریاست کے دائرہ اختیار میں تمام افراد انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے ان تمام حقوق اور آزادیوں سے عملاً مستفید ہونے کے قابل ہوں۔

2۔ ہر ریاست ایسے قانونی، انتظامی اور دیگر اقدامات اٹھائے جو اس امر کی یقین دہانی کے لیے ضروری ہوں کہ زیر نظر اعلامیے میں شامل حقوق اور آزادیوں کے حصول کی موثر ضمانت دی جاسکے۔

دفعہ 3

قومی سطح پر ایسا قانون جو کہ اقوام متحدہ کے منشور اور انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں سے متعلق ریاست کی دیگر بین الاقوامی ذمہ داریوں سے مطابقت رکھتا ہو ہی ایسا قانونی ڈھانچہ ہے جس کے تحت انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کا نفاذ کرنا چاہیے اور ان سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور جس کے تحت ان حقوق اور آزادیوں کے فروغ، تحفظ اور ان کی موثر تعبیر کے حصول کے لیے زیر نظر اعلامیے میں شامل تمام سرگرمیاں عمل میں لانی چاہئیں۔

دفعہ 4

زیر نظر اعلامیے میں کسی چیز کی ایسی تشریح نہ کی جائے جو کہ اقوام متحدہ کے منشور کے مقاصد اور اصولوں کی نفی کرتی ہو یا انہیں نقصان پہنچاتی ہو یا انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے، بین الاقوامی انسانی حقوق کے دونوں معاہدوں اور اس ضمن میں دیگر بین الاقوامی معاہدات اور ذمہ داریوں کی تردید کرتی ہو یا انہیں محدود کرتی ہو۔

دفعہ 5

انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ اور تحفظ کے لیے ہر شخص کا انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک

اس مقصد کے لیے ہر وہ شخص جس کے انسانی حقوق اور بنیادی آزادیاں مبینہ طور پر پامال کی گئیں یہ حق رکھتا ہے کہ یا تو وہ خود یہ بذریعہ اپنے قانونی طور پر با اختیار نمائندے کے شکایت کرے اور اس شکایت کی کھلی کارروائی میں کسی آزاد، غیر جانبدار اور مجاز عدالتی یا دیگر کسی ایسے ادارے سے فوری نظر ثانی کروائے جو قانون کے تحت قائم ہو اور ایسے ادارے سے قانون کے مطابق دادرسی کا فیصلہ لے سکے، بشمول کسی قسم کی معاوضے یا تلافی کے، جہاں کسی شخص کے حقوق یا آزادیاں پامال کئے گئے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اس فیصلے پر بلا غیر ضروری تاخیر عملدرآمد ہو۔

سے قومی اور بین الاقوامی سطح پر یہ حق ہے کہ:

1۔ پرامن طریقے سے ایک جگہ اکٹھے ہوں یا اجتماع کریں۔

2۔ غیر سرکاری تنظیمیں، گروہ یا جماعتیں بنائیں، ان میں شامل ہوں اور ان کے کام میں عملی طور پر شرکت کریں۔

3۔ غیر سرکاری یا بین الحکومتی تنظیموں سے رابطہ کریں۔

دفعہ 6

ہر فرد کو انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے یہ حق حاصل ہے کہ:

الف۔ تمام انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے بارے میں جانے، اور اس کے لیے معلومات تلاش کرے، وصول کرے، مہیا کرے اور اپنے پاس رکھے بشمول ایسی معلومات تک رسائی کے جن سے معلوم ہو کہ مقامی قانون سازی اور عدالتی اور انتظامی نظام میں ان حقوق اور آزادیوں پر کیسے عملدرآمد کرایا جائے۔

ب۔ انسانی حقوق کے اور دیگر بین الاقوامی معاہدات کے تحت تمام انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں سے متعلق آراء، علم اور معلومات کی آزادانہ تشہیر کرے اور دوسروں تک یہ خیالات پہنچائے۔

ج۔ قانونی اور عملی دونوں سطحوں پر ہر قسم کے انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں پر عملدرآمد سے متعلق مطالعہ کرے، بحث و مباحثہ کرے اور اپنی رائے بنائے یا قائم رکھے اور ان اور دیگر مناسب ذرائع سے لوگوں کی توجہ ان معاملات کی طرف مبذول کروائے۔

دفعہ 7

ہر فرد کا انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے یہ حق ہے کہ وہ انسانی حقوق سے متعلق نئے نظریات اور اصول سامنے لائے، ان پر بحث و مباحثہ کے لیے دلائل پیش کرے۔

دفعہ 8

1۔ ہر فرد کا انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے یہ حق ہے کہ اسے بغیر کسی تفریق کے اپنے ملک کی حکومت کے معاملات میں شمولیت کے لیے موثر رسائی حاصل ہو۔

2۔ اس میں دیگر کے علاوہ یہ حق بھی شامل ہے کہ کوئی شخص انفرادی طور پر یا دوسروں کے اشتراک سے ان سرکاری اداروں، ایجنسیوں اور تنظیموں پر، جن کا تعلق عوامی معاملات سے ہے، تنقید کرے، ان کے کام میں بہتری کے لیے تجاویز دے اور ان کے کام کے کسی ایسے پہلو کی طرف توجہ مبذول کروائے جو کہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ، تحفظ اور تکمیل میں رکاوٹ ڈالتا ہو۔

دفعہ 9

1۔ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے استعمال میں بشمول انسانی حقوق کے فروغ اور تحفظ کے لیے، جیسا کہ زیر نظر اعلامیہ میں حوالہ دیا گیا ہے، ہر فرد انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے موثر دادرسی کے حصول اور ان حقوق کی پامالی کی صورت میں تحفظ کا حق رکھتا ہے۔

2۔ اس مقصد کے لیے ہر وہ شخص جس کے انسانی حقوق اور بنیادی آزادیاں مبینہ طور پر پامال کی گئیں یہ حق رکھتا ہے کہ یا تو وہ خود یہ بذریعہ اپنے قانونی طور پر با اختیار نمائندے کے شکایت کرے اور اس شکایت کی کھلی کارروائی میں کسی آزاد، غیر جانبدار اور مجاز عدالتی یا دیگر کسی ایسے ادارے سے فوری نظر ثانی کروائے جو قانون کے تحت قائم ہو اور ایسے ادارے سے قانون کے مطابق دادرسی کا فیصلہ لے سکے، بشمول کسی قسم کی معاوضے یا تلافی کے، جہاں کسی شخص کے حقوق یا آزادیاں پامال کئے گئے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اس فیصلے پر بغیر کسی غیر ضروری تاخیر کے عملدرآمد ہو۔

3۔ اس مقصد کے لیے ہر شخص کا انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے یہ حق ہے کہ علاوہ ازیں:

الف۔ بذریعہ درخواست یا دیگر مناسب ذرائع انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کی پامالی سے متعلق سرکاری ملازمین یا سرکاری اداروں کی پالیسیوں یا کارروائی کی بابت مجاز مقامی عدالتی، انتظامی، قانون ساز یا کسی اور مجاز ادارے سے شکایت کرے۔ ایسے ادارے کو ایسی شکایت پر اپنا فیصلہ بغیر غیر ضروری تاخیر کے صادر کرنا چاہیے۔

ب۔ کھلی کارروائی یا مقدمات کی سماعت سن سکے تاکہ وہ یہ رائے قائم کر سکے کہ آیا یہ معاملات ملکی قانون اور ریاست کی بین الاقوامی ذمہ داریوں اور فرائض سے مطابقت رکھتے ہیں۔

ج۔ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے تحفظ کے لیے پیشہ وارانہ قانونی امداد یا کسی اور قسم کے متعلقہ مشورے یا امداد کی پیشکش کرے اور اسے فراہم کرے۔

4۔ اس مقصد کے لیے اور متعلقہ بین الاقوامی طریقوں اور معاہدات کے مطابق ہر شخص کو انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے یہ حق حاصل ہے کہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے حوالے سے عمومی یا خصوصی طور پر مجاز ایسے بین الاقوامی اداروں تک جن کو ایسی معلومات وصول کرنے اور ان پر غور کرنے کا اختیار ہے بغیر کسی روک ٹوک کے رسائی حاصل کرے اور ان سے رابطہ کرے۔

5۔ جب بھی اس بات پر یقین کرنے کے معقول شواہد موجود ہوں کہ کسی ریاست کے زیر اختیار علاقے میں انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کی کسی طرح پامالی ہوئی ہے تو ریاست کو چاہئے کہ فوری طور پر غیر جانبدارانہ چھان بین کرے یا اس سلسلے میں تحقیقات کو یقینی بنائے۔

دفعہ 10

کوئی بھی شخص انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کی خلاف ورزی میں اپنے عمل کے ذریعے یا بوقت ضرورت عمل کرنے میں ناکامی کی صورت میں حصہ نہیں لے گا اور کسی کو بھی ایسا کرنے سے انکار پر سزا یا ناموافق کارروائی کا مستحق نہیں ٹھہرایا جائے گا۔

دفعہ 11

ہر فرد کو انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے یہ حق حاصل ہے کہ وہ قانون کے مطابق اپنا پیشہ یا روزگار اپنائے۔ ہر وہ شخص جو اپنے پیشے کے باعث انسانی وقار، انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں پر اثر انداز ہو سکتا ہو وہ ان حقوق اور آزادیوں کا احترام کرے گا اور اپنے پیشے اور روزگار سے متعلق قومی اور بین الاقوامی معیار اور پیشہ وارانہ ضابطے اور

اخلاقیات پر عمل کرے گا۔

دفعہ 12

1۔ ہر فرد کو انفرادی طور پر یا دوسروں کے اشتراک سے یہ حق حاصل ہے کہ وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کی پامالی کے خلاف پر امن سرگرمیوں میں حصہ لے سکے۔

2۔ ریاست کو چاہیے کہ با اختیار عہدیداران کے تمام ضروری اقدامات کے ذریعے انفرادی اور اجتماعی طور پر کسی بھی قسم کے تشدد، دھمکیوں، انتقامی کارروائی، عملی یا قانونی امتیاز، دباؤ یا کسی بھی من مانے عمل کے خلاف جو کہ کسی شخص کے زیر نظر اعلامیے میں دیئے گئے حقوق کے جائز استعمال کے نتیجے میں وقوع پذیر ہو ہر کسی کے تحفظ کو یقینی بنائے۔

3۔ اس حوالے سے اس شخص کو انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر ملکی قانون کے تحت موثر تحفظ کے حصول کا حق ہے۔ جو پر امن ذرائع سے ان سرگرمیوں اور عوامل کے خلاف ردعمل یا مخالفت کرے جو کہ ریاست سے منسوب کئے جاتے ہوں اور جو انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کی خلاف ورزی کا باعث بنتے ہوں یا کسی گروہ یا افراد کی جانب سے کئے جانیوالے تشدد کے واقعات جو انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں سے مستفید ہونے کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہوں۔

دفعہ 13

زیر نظر اعلامیے کی دفعہ 3 کے تحت ہر شخص کو انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے یہ حق حاصل ہے کہ وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ اور تحفظ کے لیے پر امن طریقے سے وسائل کے حصول کے لیے درخواست کرے، انہیں وصول کرے اور ان کا استعمال کرے۔

دفعہ 14

1۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ قانونی، عدالتی، انتظامی اور دوسرے مناسب اقدامات کے ذریعے اپنے دائرہ اختیار میں موجود تمام افراد کو اپنے معاشرتی، سیاسی، اقتصادی، سماجی اور ثقافتی حقوق سے متعلق آگاہی کے فروغ کا سامان کرے۔

2۔ ایسے اقدامات میں دیگر کے علاوہ یہ بھی شامل ہے کہ:

الف۔ قومی قوانین اور ضابطوں اور مروجہ بنیادی بین الاقوامی انسانی حقوق کے اعلامیوں اور معاہدات کی اشاعت وتشہیر ہو اور وہ وسیع پیمانے پر دستیاب ہوں۔

ب۔ انسانی حقوق کے شعبے میں بین الاقوامی دستاویزات بشمول ان سلسلہ وار رپورٹوں کے جو حکومت ان اداروں کو دیتی ہے جو بین الاقوامی انسانی حقوق کے ان معاہدوں کے تحت تشکیل پائے جن پر ریاست نے دستخط کئے، اور ان اداروں میں ہر قسم کے بحث و مباحثے اور ان کے ریکارڈ اور با ضابطہ رپورٹوں تک مکمل اور برابر رسائی حاصل ہو۔

> **انسانی حقوق کے شعبے میں بین الاقوامی دستاویزات بشمول ان معیادی رپورٹوں کے جو حکومت ان اداروں کو دیتی ہے جو بین الاقوامی انسانی حقوق کے ان معاہدوں کے تحت تشکیل پائے جن پر ریاست نے دستخط کئے، اور ان اداروں میں ہر قسم کے بحث و مباحثے اور ان کے ریکارڈ اور باضابطہ رپورٹوں تک مکمل اور برابر رسائی حاصل ہو۔ 3 ریاست کو چاہیے کہ جہاں مناسب ہو وہاں انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ اور تحفظ کے لیے خود مختار اداروں کے قیام اور ترقی کو ان تمام علاقوں میں یقینی بنائے جو حکومت کے دائرہ اختیار میں ہوں خواہ وہ محتسب کا ادارہ ہو، انسانی حقوق کا کمیشن ہو یا قومی ادارے کی کوئی اور شکل۔**

3 ریاست کو چاہیے کہ جہاں مناسب ہو وہاں انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ اور تحفظ کے لیے خود مختار اداروں کے قیام اور ترقی کو ان تمام علاقوں میں یقینی بنائے جو حکومت کے دائرہ اختیار میں ہوں خواہ وہ محتسب کا ادارہ ہو، انسانی حقوق کا کمیشن ہو یا کسی اور قسم کا قومی ادارہ ہو۔

دفعہ 15

ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں سے متعلق تعلیم کی تدریس کی ہر سطح پر فروغ اور حمایت کرے اور اس بات کو یقینی بنائے کہ وہ سب ادارے جہاں وکلاء قانون نافذ کرنے والے اہلکار، مسلح افواج اور دیگر سرکاری اہلکار تربیت پاتے ہیں وہ انسانی حقوق کی تعلیم کے موزوں اور متعلقہ عناصر کو اپنے تربیتی پروگرام میں شامل کریں۔

دفعہ 16

افراد، غیر سرکاری تنظیموں اور متعلقہ اداروں کا اس سلسلے میں اہم کردار ہے کہ وہ تعلیم، تربیت اور تحقیق جیسی سرگرمیوں کے ذریعے عوام کو تمام انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں سے متعلق معاملات میں بہتر آگاہی دیں تاکہ دیگر امور کے علاوہ باہمی فہم، برداشت، امن، ممالک اور تمام نسلی اور مذہبی گروہوں کے مابین دوستانہ تعلقات، ان فرقوں اور معاشروں کے پس منظر کو ذہن میں رکھتے ہوئے جن میں وہ کام کرتے ہوں، میں مضبوطی آئے۔

دفعہ 17

زیر نظر اعلامیے میں جن حقوق اور آزادیوں کا حوالہ دیا گیا ہے ان کے لیے ہر شخص انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر صرف انہی حدود کا پابند ہو گا جو کہ متعلقہ بین الاقوامی ذمہ داری سے مطابقت رکھتی ہوں اور جن کا تعین قانون کے تحت فقط دوسروں کے حقوق اور آزادیوں کو تسلیم کرنے اور ان کا احترام کرنے اور کسی بھی جمہوری معاشرے میں اخلاقیات کی منصفانہ ضروریات، امن وامان اور عمومی طور پر عوامی خوشحالی کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا گیا ہو۔

دفعہ 18

1۔ ہر فرد کی ایسے معاشرے کے حصول کے لیے اور معاشرے میں ذمہ داریاں ہیں جس میں شخصیت کا آزادانہ اور مکمل انداز میں پروان چڑھنا ممکن ہو۔

2۔ افراد، گروہوں، اداروں اور غیر سرکاری تنظیموں کا جمہوریت کے تحفظ، انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ اور جمہوری معاشروں، اداروں اور عوامل کے فروغ اور ترقی میں اہم کردار اور ذمہ داری ہے۔

3۔ افراد، گروہوں، اداروں اور غیر سرکاری تنظیموں کا ہر شخص کے لیے ایک ایسے سماجی اور بین الاقوامی نظام کی تشکیل میں حصہ ڈالنے میں ایک اہم کردار اور ذمہ داری ہے جس کے ذریعے انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے اور حقوق کے دیگر معاہدات میں دیئے گئے حقوق اور آزادیوں کا مکمل طور پر حصول ممکن بن سکے۔

دفعہ 19

زیر نظر اعلامیے کی کسی شق کی اس طرح تشریح نہ کی جائے کہ کوئی شخص، گروہ یا معاشرے یا ریاست کا کوئی بھی طبقہ کسی بھی ایسے کام میں ملوث ہونا اپنا حق سمجھے یا کوئی بھی ایسا کام کرے جس کا مقصد ان انسانی حقوق اور آزادیوں کو پامال کرنا ہو جن کا حوالہ اس اعلامیے میں دیا گیا ہے۔

دفعہ 20

زیر نظر اعلامیے کی کسی شق کی اس طرح تشریح نہ کی جائے کہ حکومت ایسے افراد، گروہ، اداروں یا غیر سرکاری تنظیموں کی امداد و حمایت کرے جن کی حرکات اقوام متحدہ کے منشور کی دفعات کے منافی ہیں۔

قصہ گلگت شہر کے ٹینٹ سکول کا ہے

اسرارلدین اسرار

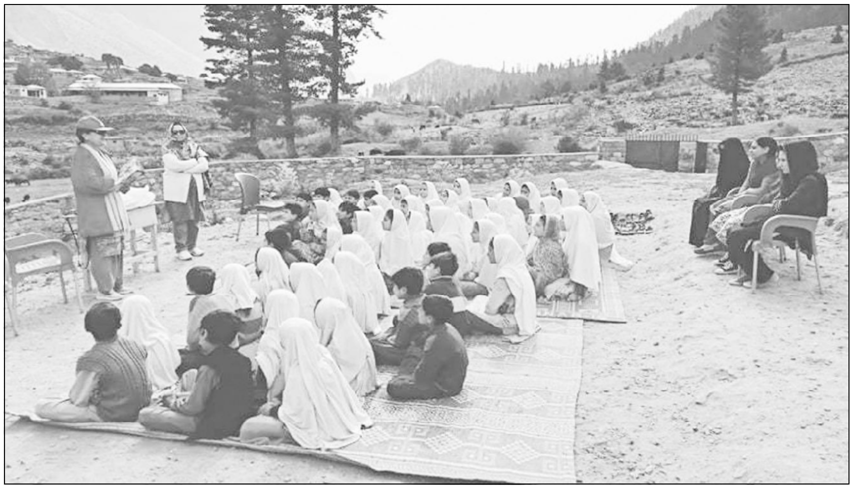

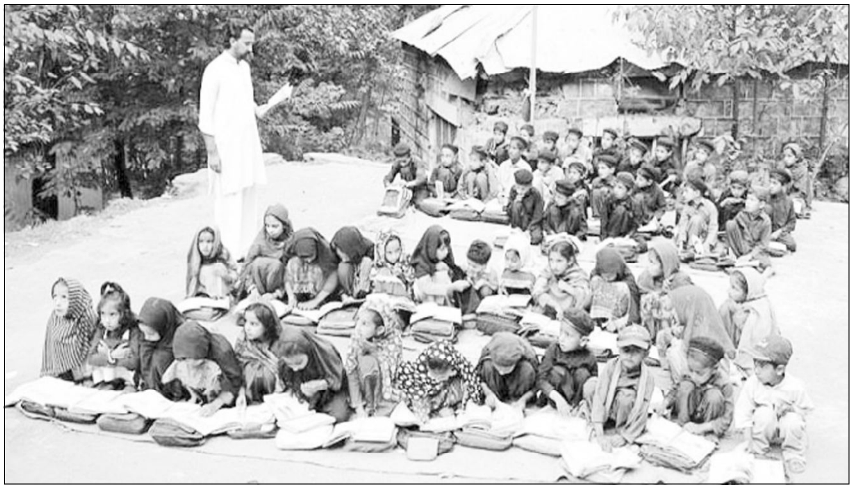

گلگت بلتستان کے کسی دشوار گزار، دورافتادہ اور پسماندہ دیہات کی بات نہیں ہورہی بلکہ گلگت شہر کے وسط میں واقع نورکالونی جوٹیال کی بات ہورہی ہے۔ یہاں قائم گرلز پرائمری اسکول کی خستہ حالی دیکھ کر سیلاب یا قدرتی آفات کی نذر ہونے والی ایک اجڑی بستی کے ٹینٹ سکول کا گمان ہوتا ہے۔ یہ سکول کسی اُجڑی بستی میں واقع نہیں ہے بلکہ جی بی اسمبلی کی لش پش اوراُجلی عمارت، اس کے پہلو میں واقع سپریم اپیلٹ کورٹ کی فنِ تعمیر کی شاہکار عمارت اوران دونوں عمارتوں کے درمیان پوڈر سرخی لگا کر تیار کی گئی گلگت بلتستان الیکشن کمیشن کی دلفریب عمارت کے بالمقابل نورکالونی میں واقع ہے۔ حکام کی نظروں سے جس طرح کھاری بسین سے لے کر کھاری جوٹیال، دیامر کالونی سے لے کر سکارکوئی، کنوداس، نلتر، گجر داس سمیت گلگت کے مضافات کی غریب آبادیاں اوجھل ہیں اسی طرح یہ سکول بھی ان کی نظروں سے اوجھل ہے۔ اس سکول میں کھاری جوٹیال اورآس پاس کی نوآباد کچی آبادیوں کے غریب گھرانوں سے تعلق رکھنے والی تین سو کے قریب بچیاں زیرِ تعلیم ہیں۔ یہ سکول 1998 میں قائم ہوا تھا تب اس کالونی کی آبادی چند گھرانوں پر مشتمل تھی۔ اب یہ ایک گنجان آباد کالونی ہے۔ چودہ اساتذہ ٹینٹ میں قائم اس سکول میں درس وتدریس کے فرائض سرانجام دے رہی ہیں۔ ان کی زبانی سکول کی ناگفتہ بہہ حالت زار کے قصے سنیں تو بندہ چکرا جاتا ہے۔ نہ تو ٹینٹ قابل استعمال حالت میں ہیں۔ نہ بیٹھنے کے لئے دریاں یا مناسب حالت کی کرسیاں ہیں۔ اساتذہ کا کہنا ہے کہ گذشتہ روز تیز بخار کے باعث اسی سکول کا نرسری کا ایک بچہ جاں بحق ہوا تھا۔ ان کے اہل خانہ کو بچے کی لاش اٹھانے کے لئے بلایا گیا تو والدین کے پاس ٹیکسی کا کرایہ نہیں تھا جو کہ پرنسپل نے اپنی جیب سے ادا کیا۔ گذشتہ سال ایک بچہ اسی سکول میں سردی کی وجہ سے نمونیا کے مرض میں مبتلا ہوکر جاں بحق ہوگیا تھا۔ اس سکول میں ہیٹنگ کا انتظام تو دور کی بات ہے اساتذہ کو چند لمحات سکون سے بیٹھ کر بات چیت کرنے کے لئے سٹاف رُوم تک دستیاب نہیں ہے۔ پچھلی دفعہ ٹینٹ کا ڈنڈا سر پر لگنے سے ایک ٹیچر شدید ذخمی بھی ہوگئی تھی۔

گلگت شہر میں ایک طرف جدید، بلند وبالا اور حسین وجمیل عمارتوں پر مشتمل اسکولز ہیں جہاں صاحبِ ثروت لوگوں کے بچے تیس تیس ہزار فیس ادا کر کے انگلش زبان میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ دوسری طرف سرکار کا یہ ٹینٹ اسکول ہے جس میں تعلیم مفت ہے لیکن یہاں غریبوں کی وہ بچیاں علم کی روشنی سے مستفید ہونے کی سعی مسلسل کررہی ہیں جن کو دووقت کی روٹی ڈھنگ سے میسر نہیں ہے۔ معاشرے میں عدمِ مساوات کی یہ ایک بھیانک تصویر ہے جس کا خمیازہ بہر صورت پورے معاشرے کو بڑھتے ہوئے جرائم کی صورت میں مستقبل میں بھگتنے کے لیے تیار رہنا چاہئے۔

ہم گلگت بلتستان میں ایک طرف ڈیڑھ لاکھ بچے اسکولوں سے باہر ہونے، پچاس ہزار بچے کم عمری کی مشقت اٹھانے اور بھیک مانگنے والے بچوں کی تعداد میں روز افزوں اضافے کا رونا روتے ہیں دوسری طرف جو بچے اور بچیاں تعلیم کی طرف رغبت رکھتے ہیں ان کے ساتھ یہ ناروا سلوک دیکھ کر سوائے سر پیٹنے کے اور کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔

آج کل گلگت بلتستان میں تعلیم کے شعبے میں نمایاں تبدیلی کے چرچے پورے ملک میں ہورہے ہیں۔ چیف سکریٹری صاحب اس ضمن میں چہار دانگ عالم شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ ایسے میں ان کی ناک کے نیچے ایک سکول کی یہ خستہ حالی انتہائی تشویشناک ہے۔

لہٰذا چیف سکریٹری محی الدین وانی سے دست بستہ گزارش ہے کہ اس سکول کا بنفس نفیس دورہ کریں۔ عمارت فوری بنانا ناممکن ہے تاہم مناسب ٹینٹ، دریاں اور کرسیاں سمیت اسکول کے لئے سٹاف روم، ہیٹنگ، ٹائلیٹس سمیت دیگر بنیادی ضروریات فی الفور فراہم کی جائیں۔ اگر اس اسکول میں تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے مسائل ہیں تو اس علاقے میں دوسرا اسکول فوری طور پر منظور کیا جائے تاکہ یہ غریبوں کے بچے تعلیم جیسے بنیادی انسان حق کے حصول میں کامیاب ہوسکیں۔

یہ بات یقینی ہے کہ شہر میں ایسے کئی سرکاری اسکول ہیں جن کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے لیکن شروعات اس اسکول سے کی جائے جہاں کی بچیاں انتہائی کسمپرسی میں تعلیم کی پیاس بجھانے کی تگ ودو کررہی ہیں۔

کچے کے ڈاکو سالانہ ایک ارب روپے تاوان وصول کرتے ہیں: ایچ آر سی پی

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے اپنی ایک رپورٹ میں سندھ پولیس کے حکام کے حوالے سے بتایا کہ صوبے کا شمالی حصہ اغوا برائے تاوان، غیرت کے نام پر قتل، مذہبی اقلیتوں کی جبری مذہب کی تبدیلی اور کچے کے ڈاکوؤں کا مرکز بن چکا ہے، اور اس علاقے میں اغوا برائے تاوان کے ذریعے سالانہ ایک ارب روپے بٹورے جاتے ہیں۔

ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ (شمالی سندھ: پائیدار حل کی تلاش) میں ایس ایس پی گھوٹکی تنویر تنیو کے حوالے سے بتایا گیا کہ 2022 کے دوران 300 افراد کو تاوان کی خاطر کچے کے ڈاکوؤں نے اغوا کیا۔ ایس ایس پی گھوٹکی نے مزید بتایا کہ شمالی سندھ کے کچے میں موجود ڈاکو اغوا برائے تاوان کے ذریعے سالانہ ایک ارب روپے حاصل کرتے ہیں۔ یہ رپورٹ ایچ آر سی پی کے فیکٹ فائنڈنگ مشن نے گھوٹکی، میرپور ماتھیلو، کندھ کوٹ، جیکب آباد، لاڑکانہ اور کراچی پولیس، صحافیوں، وکلا اور سماجی رہنماؤں سے انٹرویوز کر کے تیار کی ہے۔ ایچ آر سی پی کے شریک چیئرپرسن اسد اقبال بٹ نے انڈپینڈنٹ اردو سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ شمالی سندھ میں امن کی بگڑتی صورت حال، اغوا برائے تاوان، مذہبی اقلیتوں کے خلاف مظالم، غیرت کے نام پر خواتین کے قتل اور دیگر واقعات کے بعد ایچ آر سی پی نے یہ فیکٹ فائنڈنگ کرانے کا سوچا۔

اسد اقبال بٹ کے مطابق: 'مگر جب فیکٹ فائنڈنگ کی گئی تو حالات بہت زیادہ سنگین نظر آئے، جن کی شدت میں آئے دن اضافہ ہو رہا ہے۔' مشن میں ایچ آر سی پی کی چیئرپرسن حنا جیلانی، وائس چیئرپرسن سندھ قاضی خضر حبیب، کونسل رکن سعدیہ بخاری، ایچ آر سی پی کے شریک چیئرپرسن اسد اقبال بٹ اور انسانی حقوق کے سینیئر کارکن امداد چانڈیو شامل تھے۔

رپورٹ کے مطابق دریائے سندھ کے دائیں جانب کشمور سے ضلع دادو تک اور بائیں جانب گھوٹکی سے مورو تک لگنے والے کچے میں تاوان کے لیے اغوا کرنے اور دیگر جرائم میں ملوث مجرم پیشہ افراد کی بڑی تعداد موجود ہے۔ ڈاکو لوگوں کو ہائی وے سے اغوا کرنے کے علاوہ 'ہنی ٹریپ' (فون پر خواتین کی آواز میں لوگوں کو بلا کر اغوا کرنے) کے ساتھ سوشل میڈیا پر سستی اشیا بیچنے کا جھانسہ دے کر خریداروں کو بھی اغوا کرتے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق ڈاکو جدید فوجی گریڈ کے ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ رپورٹ مزید بتایا گیا کہ صنفی بنیاد پر تشدد کے واقعات بشمول جسمانی اور جنسی تشدد، خواتین کو اغوا کرنا اور قتل جیسے واقعات میں بھی اضافہ ہوا ہے، مگر ان میں اکثر واقعات رپورٹ بھی نہیں ہوتے۔ کندھ کوٹ اور جیکب آباد، جہاں سے صوبے میں 'غیرت' کے نام پر قتل کے سب سے زیادہ واقعات رپورٹ ہوتے ہیں، کے دورے کے دوران مشن کو یہ جان کر انتہائی تشویش ہوئی کہ متاثرین میں کم عمر لڑکیاں، شادی شدہ عورتیں اور یہاں تک کہ بزرگ خواتین بھی شامل تھیں۔ رپورٹ کے مطابق کچھ عرصہ قبل کندھ کوٹ سے 24 سالہ نازیہ کھوسو کو ان کی دو سالہ بیٹی کوثر کے ساتھ اغوا کر لیا گیا۔

اغوا کے وقت نازیہ امید سے تھیں۔ اغوا کے مقدمے میں انسداد دہشت گردی کی دفعات کے باوجود نازیہ تاحال بازیاب نہیں ہو سکیں۔ قبائلی لڑائیوں میں خواتین کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ رپورٹ کے مطابق خواتین کے قتل کے بعد پوسٹ مارٹم اور دیگر قانونی کارروائی کے لیے اسپتالوں میں خواتین ڈاکٹر موجود نہیں، اس لیے کئی گھنٹے کا سفر کر کے لاڑکانہ جانا پڑتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق کندھ کوٹ بار کونسل میں پانچ خواتین وکیل رجسٹرڈ ہیں، مگر خواتین کے خلاف جاری پُرتشدد واقعات کے باعث پانچوں خواتین وکیل پریکٹس نہیں کر رہیں۔ کندھ کوٹ پولیس کے پاس دو خواتین کانسٹیبل ہیں مگر وہ تھانے میں بیٹھ کر ڈیوٹی نہیں کر سکتیں، ضرورت پڑنے پر انہیں گھروں سے بلایا جاتا ہے۔ ایچ آر سی پی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ کے مطابق صرف ضلع گھوٹکی میں پولیس شعبے میں خواتین کی 233 آسامیاں خالی ہیں، مگر ایس ایس پی گھوٹکی کے مطابق ان آسامیوں کے لیے خواتین امیدوار تعلیمی اہلیت پر پورا نہیں اترتیں۔ رپورٹ کے مطابق شمالی سندھ میں نوجوان ہندو لڑکیوں کی جبری مذہب تبدیل کرنے اور مقامی ہندوؤں کے خلاف پُرتشدد واقعات میں اضافہ دیکھا گیا۔ کئی ہندوؤں نے مشن کو بتایا کہ اب وہ اپنی بیٹیوں کو اغوا ہو جانے کے خطرے کے سبب سکول بھیجنے سے خوف زدہ ہیں۔ مشن کو ماورائے عدالت قتل کی اطلاعات کے علاوہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کا نقطہ نظر بھی معلوم ہوا، جن کا کہنا تھا کہ امن و امان کی خراب حالت کے پیش نظر پولیس مسلسل نشانہ بن رہی ہے۔

رپورٹ میں کہا گیا کہ ایچ آر سی پی کے مشن کو یہ تشویش ناک اطلاعات بھی ملیں کہ گھوٹکی، کندھ کوٹ اور لاڑکانہ میں مقیم صحافی قتل کی دھمکیوں، اغوا، حملوں اور من گھڑت مقدمات کی وجہ سے بااثر افراد کے خلاف رپورٹنگ کرنے سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ لاڑکانہ کے دورے کے دوران مشن کو معلوم ہوا کہ جبری گمشدگیوں کی اطلاعات بہت زیادہ ہیں۔ متاثرین کے اہلِ خانہ نے شکایت کی کہ وہ انکوائری کمیشن برائے جبری گمشدگان کی سماعتوں میں شرکت کے لیے کئی مرتبہ کراچی جانے پر مجبور ہوئے، اور اس حوالے سے اکثر اُنہیں بھاری اخراجات برداشت کرنا پڑے۔ اہل خانہ نے یہ بھی بتایا کہ جب انہوں نے ایسے واقعات کی اطلاع دی تو کئی بار انہیں نامعلوم افراد کی جانب سے دھمکی آمیز فون کالز موصول ہوئیں۔

سفارشات

رپورٹ میں عورتوں کے لیے ہر ضلع میں محفوظ پناہ گاہوں کے قیام سمیت جامع حفاظتی نظام وضع کرنے کی سفارش کی گئی ہے اور مذہبی اقلیتوں کے مسائل پر نظر رکھنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ ریاست شمالی سندھ کے لوگوں کو سستی تعلیم و صحت کی سہولیات بھی فراہم کرے اور ماورائے عدالت قتل روکنے کے لیے اقدامات کرے۔ اس حوالے سے پولیس اہلکاروں کے لیے تربیتی ورکشاپس کا اہتمام کیا جائے تاکہ اُن کی صلاحیت میں اضافہ ہو۔ منظم جرائم اور اغوا کاریوں کے واقعات پر قابو پانے کے لیے، خاص طور پر کچے کے علاقوں میں، ایک مخصوص پولیس یونٹ قائم کرنے کی سفارش کی گئی۔ اس کے علاوہ سندھ کمیشن برائے انسانی حقوق علاقے میں جبری گمشدگیوں کے واقعات پر نظر رکھے اور اس سلسلے میں ہونے والی تمام تحقیقات کا فریق بنے۔ شمالی سندھ میں 2022 کے سیلاب کی تباہ کاریوں کے پیش نظر ریاست کو سیلاب متاثرین کی مکمل بحالی کے لیے اقدامات اور موسمیاتی مسائل کے طویل المدتی پائیدار حل پیش کرنے چاہییں۔

ایچ آر سی پی کے شریک چیئرپرسن اسد اقبال بٹ نے انڈپینڈنٹ اردو سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ شمالی سندھ میں امن کی بگڑتی صورت حال، اغوا برائے تاوان، مذہبی اقلیتوں کے خلاف مظالم، غیرت کے نام پر خواتین کے قتل اور دیگر واقعات کے بعد ایچ آر سی پی نے یہ فیکٹ فائنڈنگ کرانے کا سوچا۔ اسد اقبال بٹ کے مطابق: 'مگر جب فیکٹ فائنڈنگ کی گئی تو حالات بہت زیادہ سنگین نظر آئے، جن کی شدت میں آئے دن اضافہ ہو رہا ہے۔'

سندھ حکومت کا موقف

اس رپورٹ پر سندھ حکومت کا موقف جاننے کے لیے نگران وزیر اعلیٰ سندھ کے ترجمان عبدالرشید چنا سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ تاحال انہوں نے ایچ آر سی پی کی رپورٹ نہیں دیکھی اور وہ رپورٹ پڑھنے کے بعد ہی کچھ تبصرہ کر سکیں گے۔ بقول عبدالرشید چنا: 'شمالی سندھ میں کچے کے ڈاکوؤں کے مکمل خاتمے کے لیے ہونے والے گرینڈ آپریشن کے لیے سندھ حکومت نے حال ہی میں سندھ پولیس کو خطیر رقم فراہم کی مگر کچے میں پانی آنے کی وجہ سے آپریشن شروع نہ ہو سکا۔ پولیس جلد ہی آپریشن کر کے ڈاکوؤں کا خاتمہ کرے گی۔' ان کے مطابق 'خواتین کو غیرت کے نام پر قتل اور دیگر اقسام کے تشدد اور اقلیتوں کے تحفظ کے لیے سندھ حکومت نے اسمبلی سے مختلف قوانین منظور کرائے ہیں۔ سندھ حکومت اقلیتوں اور خواتین کے تحفظ کے لیے ہر قسم کے اقدامات کر رہی ہے۔'

(بشکریہ انڈپینڈنٹ اردو)

بڑھتا ہوا گھریلو تشدد

منور علی شاہد

سوسائٹی کے اندر پھیلی دیگر سماجی برائیوں میں ایک ''تشدد'' بھی ہے۔ قانون اور نظام کے بانجھ ہوجانے کے بعد ہمارا معاشرہ تشدد کی ایسی آماج گاہ بن چکا ہے جہاں ہر طرح کا تشدد تسلسل کے ساتھ بڑھتا جا رہا ہے۔ ہر روز کوئی نہ کوئی تشدد کا ایسا واقعہ رونما ہوتا ہے جو پہلے کی نسبت زیادہ لرزہ خیز ہوتا ہے۔ تشدد، جنسی تشدد، اجتماعی عوامی تشدد کے بعد اب گھریلو تشدد میں خطرناک اضافہ ہو چکا ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ گھریلو ملازمین پر تشدد ایک وبائی مرض کی شکل اختیار کر چکا ہے جو ذہنی بیماری میں مبتلا اشرافیہ کے گھروں میں ہوتا ہے۔

آج کل دارالحکومت اسلام آباد کے ایک سول جج عاصم حفیظ کے گھر میں ایک چودہ سالہ غریب ملازم بچی جج کی بیوی کے تشدد کا نشانہ بن کر ملکی و عالمی خبروں کی زینت بنی ہوئی ہے۔ اسلام آباد پولیس کے چیف کے مطابق جن دفعات کے تحت جج اور اس کی اہلیہ کے خلاف مقدمہ درج ہوا ہے وہ ناقابل ضمانت ہیں لیکن اس کے باوجود عدالت ضمانت منظور کرتی ہے، اس لئے کہ خاتون ایک سول جج کی بیوی ہے۔ سرگودھا کے ڈی پی او کے مطابق بچی کے سر پر چوٹوں کے پندرہ نشان ہیں اور زخموں میں کیڑے پڑ چکے ہیں۔

پوسٹ مارٹم کی رپورٹ بھی بدترین تشدد کی تصدیق کر چکی ہے۔ یہ ضمانت نظام عدل پر زوردار طمانچہ ہے۔ اس کیس میں عجیب وغریب تضاد دیکھنے کو ملے ہیں جو جج کو بچانے کی سازش لگتی ہے۔ کم عمر لڑکی کو اپنے گھر میں بطور گھریلو ملازمہ رکھ کر سول جج قانون شکنی کا بھی مرتکب ہوا۔ ایک پرچہ اس حوالے سے بھی کٹنا چاہیے۔ کیونکہ اس نے پنجاب ڈومیسٹک ورکرز ایکٹ 2019 کی خلاف ورزی کی ہے۔ جس میں گھریلو ملازم کی عمر کم از کم پندرہ سال رکھی گئی ہے۔

اس حوالے سے مختلف رپورٹس بتاتی ہیں کہ ''لائٹ ورک'' کے نام سے گھریلو ملازم رکھنے کے جو زبردستی راستے نکالے جاتے ہیں ان کا نتیجہ ایسے پر تشدد واقعات کی شکل میں ہی نکلتا ہے۔ تسلسل کے ساتھ ہر طرح تشدد کے بڑھتے واقعات کی روشنی میں اب تشدد کے خلاف ایک مربوط مہم چلانے کی ضرورت ہے اور اس کی روک تھام کے لئے بھرپور مہم چلانے کے ساتھ ساتھ ایک مربوط پالیسی اپنانے کی اشد ضرورت ہے لیکن وہی بات کہ بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے گا؟

تشدد ایک عالمی جرم ہے۔ تشدد میں خاتمے کا دن ہر سال 26 جون کو منایا جاتا ہے۔ تاکہ لوگوں کو تشدد کے مضمرات سے آگاہی ہو سکے جبکہ ہمارے ہاں معاملہ ہی الٹ ہے۔ یہاں تحریروں اور تقاریر کے ذریعے لوگوں کو تشدد کی ترغیب دی جاتی ہے اور اکسایا جاتا ہے۔ سب سے بڑی ذمہ داری پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں پر عائد ہوتی ہے لیکن وہ اس پر شاید کبھی سنجیدہ قانون سازی نہ کریں کیونکہ تمام اراکین کے گھروں میں یہ ''گھریلو ملازم'' ہوتے ہیں۔

توہین پارلیمنٹ کے قانون کے نام سے اراکین نے خود کو ایک مضبوط آئینی وقانونی حصار میں محفوظ کر لیا گیا ہے، اب یہ قابلِ گرفت اور باعثِ احتساب نہیں رہے۔ ماضی میں ججوں کے گھروں میں ملازم کم عمر بچے، بچیاں بدترین تشدد کا شکار ہوئیں لیکن مجرموں کو ان کے رتبے کو دیکھتے ہوئے برائے نام سزائیں دی گئیں۔ جولائی 2017 میں ایک خاتون ایم پی اے جس کا تعلق لاہور کے علاقے اکبری منڈی سے تھا، کی بیٹی کے گھر ایک ملازم کی مبینہ تشدد کے بعد ہلاکت ہوئی تھی اور عدالت نے ملزمہ کو قبل از گرفتاری ضمانت کی سہولت دے رکھی تھی۔ ہلاک ہونے والے لڑکے اختر علی کی ابتدائی پوسٹ مارٹم رپورٹ میں تشدد کی تصدیق ہوئی تھی۔ دسمبر 2016 میں ایک ایڈیشنل سیشن جج راجہ خرم علی کی بیوی پر گھریلو ملازمہ طیبہ پر تشدد کا واقعہ منظر عام پر آیا تھا۔ اتنا بھیانک واقعہ تھا کہ سپریم کورٹ نے سوموٹو ایکشن لیا تھا۔ اسلام آباد ہائی کورٹ نے جج اور اس کی بیوی کو ایک ایک سال قید اور پچاس ہزار فی کس کی سزا سنائی تھی۔ اس کیس میں بھی بچی طیبہ پر تشدد جج کے گھر میں اس کی بیوی نے کیا تھا۔

پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق طیبہ کے جسم کے مختلف حصوں پر زخموں کے گیارہ نشان تھے۔ اس کے علاوہ بازوؤں، ٹانگوں اور کمر پر بھی تشدد کے نشان تھے۔ یہ سب کارروائیاں عوامی ردعمل اور دباؤ پر کی گئیں تھیں، ایک بھی کارروائی قانون کے تقاضے پورے کرنے کے لئے نہیں کی گئی تھی۔ یوں کہہ کہ ''بادل ناخواستہ'' کارروائیوں کا کڑوا گھونٹ پینا پڑا تھا۔ اس بار واقعہ جج کے گھر ہوا تو اس پر شدید ردعمل ہوا ہے۔ گھریلو ملازمین اور خصوصاً کم سن بچوں پر تشدد مجموعی سماجی رویوں کی نشاندہی کرتا ہے اور معاشرے کے چہرہ پر ایک بدنما داغ ہے۔

بدقسمتی سے ملکی اشرافیہ بے حسی کی سیاہ چادر اوڑھے ہوئے ہے اس کو کچھ نظر نہیں آتا۔ اس تعفن زدہ نظام کی تازہ ترین مثالیں یہ ہیں کہ اٹک میں 14 سال اپیل کے فیصلے کے انتظار میں بوڑھا پاکستانی جیل میں انتقال کر گیا۔ ایک قلفی بیچنے کر حلال رزق کمانے والا جج کے حکم پر تین ماہ کے لئے جیل بھیج دیا جاتا ہے اور دوسری طرف ایک جج کی بیوی کو نوعمر لڑکی پر جان لیوا تشدد کے باوجود ضمانت فراہم کر دی جاتی ہے۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی چیئر پرسن حنا جیلانی نے تیس جولائی کو جاری کردہ اپنی پریس ریلیز میں اس واقعہ کی شدید مذمت کی ہے۔

پریس ریلیز کے مندرجات میں گھریلو تشدد کے حوالے شدید تحفظات کا ذکر کرتے ہوئے تیرہ سالہ رضوانہ بی بی کیس میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ کم عمر گھریلو ملازمین کی ملازمت کو جرم قرار دیا جائے۔ رضوانہ کو اس کے آجروں نے ایک طویل عرصے تک شدید تشدد کا نشانہ بنایا تھا۔ ملک میں اس طرح کے واقعات خطرناک حد تک باقاعدگی کے ساتھ رونما ہوتے ہیں۔ پریس ریلیز میں رضوانہ کو ملازم رکھنے کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ سولہ سال سے کم عمر گھریلو ملازمین کی ملازمت پر پابندی سے متعلق سپریم کورٹ کے فیصلے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کم عمری میں ملازمت دی گئی۔

پریس ریلیز میں مزید کہا گیا ہے کہ بچوں کے حقوق کے کنونشن جس کا پاکستان دستخط کنندہ ہے، کا بنیادی مقصد بچوں کو سرکاری اور نجی شعبوں میں ہر قسم کے تشدد کے خلاف تحفظ فراہم کرتا ہے۔ پریس ریلیز میں مزید کہا گیا ہے کہ ریاست کو بچوں کے خلاف ہر قسم کی غفلت، بدسلوکی، استحصال اور تشدد کی روک تھام اور ایسے واقعات کے خلاف کارروائی کرنی چاہیے۔

(بشکریہ ہم سب)

گلگت بلتستان: سچ کی قربان گاہ

عزیز علی داد

علم بشریات کا مطالعہ قربانی کے بکرے بننے کی نفسیات پر ہمیں اچھی طرح آگاہی فراہم کرتا ہے۔ قدیم زمانے میں بلاد الشام کے معاشروں کو جب گناہوں اور بدی کی قوتوں سے پاک کرنا ہوتا تھا تو ایک بکرے کو پکڑا جاتا تھا، اور مندر کا مذہبی رہنما اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا تھا تا کہ بدی کی بساری قوتیں اس میں منتقل ہوسکیں۔ بعد میں اس جانور کو بیابان میں چھوڑ دیا جاتا تھا اور یہ تصور پائے جاتے تھے کہ معاشرہ اب گناہوں اور بدی سے پاک ہو چکا ہے۔

سبق: ذبح شدہ سچ جھوٹ کی حلال خوراک ہے۔

بزدل معاشروں کا ایک المیہ یہ ہوتا ہے کہ ان میں حقیقت کا سامنا کرنے کی جرات نہیں ہوتی۔ ان کی ہمیشہ کوشش رہتی ہے کہ وہ حقیقت سے دور رہیں۔ اسی لیے وہ ہمیشہ جھوٹ میں پناہ لیتے ہیں اور اسی پناہ گاہ میں بیٹھ کر کسی قربانی کے بکرے کو تلاش کرتے رہتے ہیں تا کہ اس کو جھوٹ کے دیوتا کے حضور میں قربانی کے لیے پیش کیا جا سکے۔

جھوٹ کا آدم خور دیوتا انسانوں کے خون کا اتنا پیاسا ہوتا ہے کہ وہ ہر وقت سچ کی قربانی طلب کرتا ہے کیونکہ ذبح شدہ سچ جھوٹ کی حلال خوراک ہے۔ اس طرح معاشرے کے مقتدر حلقوں اور لوگوں کی ساری زندگی اس سچ کی قربانی کی تلاش اور اس کو ذبح کرنے میں گزر جاتی ہے۔ یوں ایسا معاشرہ ایک خون آشام منحوس چکر میں پھنس جاتا ہے۔

آج کل گلگت بلتستان کی بھی ہو بہو یہی صورت حال ہے۔ چونکہ ہم نفسیاتی طور پر جھوٹ اور مغالطوں میں رہنے کے عادی ہیں اس لیے ہم جلدی سے الزام کسی اور پر ڈال کر اپنے اندر کی بدی کی خصلت اور خفت کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی ہمیں ہمارے اندر کی بیماری اور بدی کو دکھانے یا خواب غفلت سے جگانے کی کوشش کرتا یا کرتی ہے تو اسے قربانی کا بکرا بنا کر اس کی شخصیت کشی کی جاتی ہے۔ اسی لیے ہمارا معاشرہ ہر خرد پسند کو اذیت کے تاریک زندانوں میں ڈال دیتا ہے۔

چونکہ اس معاشرے میں پنہاں بدی ہمیں حقیقت سے اندھا کر دیتی ہے، اس لیے یہ شیطان کو نجات دہندہ سمجھ کر گلے لگائے رکھتا ہے اور نجات دہندہ کو شیطان سمجھتا ہے۔ یوں معاشرے کی اقدار منتشر ہو جاتی ہیں۔

اہالیان گلگت بلتستان کو پتہ ہے کہ ہم نے مذہبی شیطانوں کے ایماء پر جوہر علی ایڈوکیٹ کیساتھ کیا سلوک کیا۔ مرحوم کو اتنا شیطان بنا کر پیش کیا کہ وہ معاشرہ تو چھوڑیئے اپنے ہی گھر میں تنہا رہ گئے۔ جوہر علی وہ مرد قلندر اور خرد کا ترجمان تھا جسے آدم خور مذہبی معاشرہ نگل گیا۔ ہم نے جوہر علی کی خرد کی روشنی سے منہ موڑ کر جہالت کے اندھیروں میں پناہ لی۔ اسی لئے آج گلگت کا معاشرہ اجتماعی پاگل پن میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اس پاگل پن میں ہم نے خرد افروزی کی طرف رجوع کرنے کے بجائے، علاج کے لئے ان کی طرف رجوع کیا ہے جن کا کام ایک نئے معاشرے اور سوچ کی تخلیق نہیں، بلکہ نت نئے جھوٹے بت تراشنا ہے اور آدم خور نظام اور سوچ کے دیوتا کے لیے قربانی کے بکرے تلاش کرنا ہے۔

پینٹنگ میں قدیم میکسیکو کے آزٹیک لوگ اپنے دیوتاؤں کو انسانوں کی قربانی دے رہے ہیں۔
اس رسم میں مرکزی کردار میں بادشاہ، وزراء، سپاہی اور معبد کا مذہبی رہنما ہیں

چلو دیکھتے ہیں کہ ہم سچ سے بچنے کے لیے قربانی کے بکرے کہاں تلاش کرتے ہیں۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے، تب سے گلگت میں خون میں لتھڑے ہوئے الفاظ ہی ذہن کو ملے ہیں۔ جب بھی گلگت میں فرقہ وارانہ قتل وغارت گری ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس میں باہر کا ہاتھ ہے۔

گلگت بلتستان میں حالیہ فرقہ وارانہ کشیدگی پر بھی یہی کہا گیا کہ اس میں را کا ہاتھ ہے۔ یہ کتنا لمبا ہاتھ ہے کہ ہر گھر تک پہنچ جاتا ہے۔؟ یہ کیسا ہاتھ ہے اس کو میں آپ کو دو ہزار پانچ کے ایک واقعے سے سمجھاتا ہوں۔ 2005ء میں گلگت شہر ٹارگٹ کلنگز اور فرقہ وارانہ قتل کی وجہ سے ہمیشہ فائرنگ کی آوازوں سے گونجتا رہتا تھا۔ جب بھی لوگ اکٹھے ہوتے تھے تو کہتے تھے کہ اس میں انڈیا کی ایجنسی را کا ہاتھ ہے، مگر اکیلے میں دوسرے فرقے کے لوگوں کو مارنے کا پلان بناتے تھے۔

اس سلسلے میں میرے محلے کا ایک بندہ ہر واقعہ کو انڈیا سے منسوب کرتا تھا۔ اس کی خود اپنی حالت یہ تھی کہ بچوں کو معاشی تنگ دستی کی وجہ سے سکول نہیں بھیج سکا تھا۔ چھوٹی موٹی مزدوری کر کے گزر بسر کرتا تھا۔

یہ غالبا ۱۱ اکتوبر 2005ء کا مہینہ تھا۔ گلگت شہر میں کسی اہم شخصیت کا قتل ہوا۔ پھر کیا تھا کہ پورا شہر دھماکوں سے لرز اٹھا اور گولیوں کی تھرتھراہٹ سے گونجنے لگا۔ میرے گھر کے ساتھ جڑے ہمسائے کے گھر میں دستی بم پھینکا گیا۔ کہتے ہیں کہ کچھ جگہوں پہ راکٹ لانچرز بھی استعمال ہوئے۔ کچھ پرندے گولیاں لگنے سے مر کر میرے گھر کے صحن میں گرے۔ انھی دنوں میں پی آئی اے کا فوکر طیارہ فائرنگ کی وجہ سے گلگت ایئر پورٹ پر لینڈ نہیں کر سکا۔ اس دوران میرے گھر کے عقبی دروازے، جو محلے کی اندرونی گلیوں کی طرف نکلتا ہے، کے باہر شدید فائرنگ ہو رہی تھی۔ میں نے دروازہ سرکا کر دیکھا تو پتہ چلا کہ معاشی تنگ دستی کا مارا میرا وہ محلے دار جو اپنے بچوں کو سکول میں نہیں پڑھا سکتا ہے ایک آٹومیٹک بندوق جسے مقامی زبان میں پشپشا (Tommy gun کی طرح) کہا جاتا ہے سے ہوائی فائرنگ کر رہا ہے۔

مختصراً یہ کہ میرے محلہ دار نے اس گن کی گول میگزین جس میں کوئی ستر یا اسی گولیاں جاتی ہوں گی خالی کی۔ یوں ایک میگزین آج کے حساب سے پندرہ سے بیس ہزار کی پڑتی ہے۔ اس نے دس منٹ میں کوئی چھ میگزین خالی کر دیئے۔ پھر جاتے ہوئے کہنے لگے "باڑے کے پٹھانوں کے اسلحے کی نالی جلدی گرم ہو جاتی ہے اور گن لاک ہو جاتا ہے۔ ان جہنمیوں کے لیے انگریز کا اسلحہ ٹھیک علاج ہے۔'' اب یہ ہوائی فائرنگ یہ بندہ اکیلا نہیں کر رہا تھا۔ یہ فائرنگ ہر گھر سے ہو رہی تھی۔ ہوائی فائرنگ کا مقصد مخالف فرقے کے لوگوں کو اپنے پاس موجود اسلحے کی طاقت دکھانا ہوتا ہے۔ تب میرے ذہن میں سوال آیا کہ " کیا ہر گھر کے اندر ملک دشمن ایجنٹس کا ہاتھ ہے؟

جس گھر اور ہاتھ سے فائرنگ ہو رہی ہے، ان کے مالک ہم ہی ہیں۔ ہم تو ایک دوسرے کے ہاتھ کا پکا یا ہوا نہیں کھاتے ہیں، تو باہر کے لوگوں کا ہاتھ کیسے تھام سکتے ہیں۔؟

یہ غالباً اکتوبر 2005ء کا مہینہ تھا۔ گلگت شہر میں کسی اہم شخصیت کا قتل ہوا۔ پھر کیا تھا کہ پورا شہر دھماکوں سے لرز اٹھا اور گولیوں کی تھرتھراہٹ سے گونجنے لگا۔ میرے گھر کے ساتھ جڑے ہمسائے کے گھر میں دستی بم پھینکا گیا۔ کہتے ہیں کہ کچھ جگہوں پہ راکٹ لانچرز بھی استعمال ہوئے۔ کچھ پرندے گولیاں لگنے سے مر کر میرے گھر کے صحن میں گرے۔ انھی دنوں میں پی آئی اے کا فوکر طیارہ فائرنگ کی وجہ سے گلگت ایئر پورٹ پر لینڈ نہیں کر سکا۔ اس دوران میں گھر کے عقبی دروازے، جو محلے کی اندرونی گلیوں کی طرف نکلتا ہے، کے باہر شدید فائرنگ ہو رہی تھی۔ میں دروازہ سرکا کر دیکھا تو پتہ چلا معاشی تنگ دستی کا مارا میرا وہ محلے دار جو اپنے بچوں کو سکول میں نہیں پڑھا سکتا ہے ایک آٹومیٹک بندوق جسے مقامی زبان میں پشپشا (Tommy gun کی طرح) کہا جاتا ہے سے ہوائی فائرنگ کر رہا ہے۔

اس وقت گلگت تو ویسے ہی شیعہ اور سنی علاقوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔ حد یہ تھی کہ پبلک ٹرانسپورٹ کے روٹس، سکول، کالج، ہسپتال، ایئر پورٹ سے نکلنے کی جگہ، حکومتی دفاتر اور سب کچھ سنیوں اور شیعوں کے لئے الگ الگ قائم ہو گئے تھے۔ سب اپنے فرقے کی آغوش میں جا چکے تھے۔ اس میں کسی بھی بندے کا اپنے مخالف فرقے کے محلے میں جانا تو درکنار، کوئی پرندہ بھی وہاں پر بھی نہیں مار سکتا تھا۔ ایسے میں کیسے بیرونی سازشی عناصر لوگوں کے گھروں میں داخل ہو گئے یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے۔ البتہ اس دن کے بعد میرے لیے یہ بات بالکل عیاں ہو گئی کہ گلگت کا معاشرہ کس طرح ایک جھوٹ کے بلبلے میں رہ رہا ہے اور کس طرح یہ جھوٹ ان کے ذہنوں کو ماؤف کر رہا ہے اور دلوں کو وحشی بنا رہا ہے۔

اسی لیے گلگت میں جو جتنا مذہبی ہوگا، وہ اتنا ہی وحشی نکلتا ہے۔ جب ہم ہی ایک دوسرے کے دشمن ہیں تو ہمیں باہر سے کسی دشمن کی ضرورت نہیں۔ گلگت سے ہمارے صحافی دوست امتیاز علی تاج ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ ہم خود ہی ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں تو کسی بیرونی ایجنسی کو اپنا پیسہ اور توانیاں ہم پر خرچ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔

اب چلتے ہیں حالیہ واقعات کی طرف۔ ان کا جائزہ لے کر اس حقیقت سے متنفر ذہنیت کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات ذہن نشین کرنا لازمی ہے کہ میکس ویبر نے جدید ریاست کی بنیاد تشدد اور اجارہ داری پر قائم کی ہے۔ ریاست کے علاوہ جو بھی تشدد کا مرتکب ہوگا، وہ سزا کا مستحق ہوگا۔

مختصر یہ کہ معاشرے کی طرح ہماری ریاست میں بھی حقیقت کا سامنا کرنے کی جرات نہیں۔ اسی لیے تو حکومتی عہدہ دار فرقہ وارانہ کشیدگی کا ذمہ دار بھارتی ایجنسی کو ٹھہرا رہے ہیں۔ یہ حرکات اور بیانات ہماری بزدل نفسیات کے محرکات اور حرکیات کو عیاں کرتے ہیں۔

گلگت بلتستان کے حالیہ فرقہ وارانہ تناؤ میں لوگ کھلم کھلا قتل اور عبرت ناک نتائج کی دھمکیاں بلا خوف و خطر دے رہے تھے۔ مگر ریاست نے ان کو گرفتار کرنے کی جرات نہیں کی۔ اس کی جرات صرف ایک طالب علم رہنما تجمل حسین مرحوم کو MPO یعنی نقص امن عامہ کے قانون کے تحت گرفتاری کی صورت میں سامنے آئی۔ تجمل قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی گلگت میں طالب علموں کے فیسوں میں اضافے کے خلاف آواز اٹھا رہے تھے۔ اب اہل اقتدار تشدد پر آمادہ لوگوں سے نظریں چراتے ہیں اور اپنی عقابی نظریں بے ضرر طلباء پر جماتے ہیں۔

یہ ہمارے لیڈر اقبال کے شاہین نہیں، بلکہ گدھ ہیں جو مردوں کی بدولت ہی زندہ رہتے ہیں۔

مختصر یہ کہ معاشرے کی طرح ہماری ریاست میں بھی حقیقت کا سامنا کرنے کی جرات نہیں۔ اسی لیے تو حکومتی عہدہ دار فرقہ وارانہ کشیدگی کا ذمہ دار بھارتی ایجنسی کو ٹھہرا رہے ہیں۔ یہ حرکات اور بیانات ہماری بزدل نفسیات کے محرکات اور حرکیات کو عیاں کرتے ہیں۔

اب حقیقت سے بھاگ کر کسی جھوٹ میں پناہ لینے کے ایک اور مظہر کو دیکھئے۔ آج کے انفارمیشن ٹیکنالوجی اور جدید ابلاغ کے اس دور میں گلگت بلتستان میں انٹرنیٹ کو اکتوبر تک بند کر دیا گیا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے کشیدگی پھیلتی ہے۔ کمال کی منطق ہے جو کشیدگی پھیلا رہے ہیں، ان کو سلاخوں کے پیچھے بند کرو نہ کہ معلومات تک رسائی کو۔

اس فیصلے کا خمیازہ آن لائن کاروبار سے وابستہ ہزاروں لوگ اور طلباء بھگت رہے ہیں۔ ہماری طرز حکمرانی کو دیکھ کر دنیا کے لوگ ہنستے ہیں اور ہم ہیں کہ اپنی طرز حکمرانی پر ناز کر رہے ہیں۔

آج کل گلگت بلتستان کی سیاست اور معاشرے کو دیکھ کر پاگل خانے کا گمان زیادہ ہوتا ہے۔ آج ہمارا معاشرہ سچ کی قربان گاہ بن گیا ہے جہاں جھوٹ کو خوش کرنے کے لیے اس کو ذبح کیا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا تجربوں اور اس سے حاصل ہونے والے سبق کی وجہ سے آج مجھے شازشی تھیوریز اور شازشی بیانیوں پر کوئی اعتبار نہیں رہا۔ پہلے مجھے ان سب چیزوں پہ زیادہ ہنسی آتی تھی۔ پر اب ہنسی بھی نہیں آتی:

پہلے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی
پر اب کسی بات پہ نہیں آتی

ہنسی نہ آنے کی وجہ سے مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ کیونکہ ہنسی نہ آنا رونے کی تمہید ہے۔ یاد رکھنا اگر ہم شازشی اور حقیقت سے گریزاں جھوٹے ذہن کے معاشرے، سیاست، ریاست اور حکومت پر سیادت اسی طرح جاری رکھیں، تو ہم سب سے مسکراہٹیں چھین جائیں گی اور بہت جلد ہمیں دائمی طور پر رونا ہوگا، کیونکہ تاریخ جب دوسری مرتبہ اپنے آپ کو دہراتی ہے تو وہ المیہ کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔

اس المیہ کے تخلیق کار کوئی اور نہیں ہے۔ اس کے تخلیق کار ہمارہ بزدل معاشرہ اور اس کی حقیقت گریز ذہنیت ہی ہیں۔

پینٹنگ میں قدیم میکسیکو کے آزٹیک لوگ اپنے دیوتاؤں کو انسانوں کی قربانی دے رہے ہیں۔ اس رسم میں مرکزی کردار میں بادشاہ، وزراء، سپاہی اور معبد کا مذہبی رہنما ہیں۔ (بشکریہ بام جہاں)

مصنف کے بارے میں:

عزیز علی داد ایک سماجی مفکر ہیں۔ انہوں نے لندن اسکول آف اکنامکس اور پولیٹکل سائنس سے سماجی سائنس کے فلسفے میں ماسٹرز کی ڈگری لی ہے۔ وہ دی نیوز، فرائڈے ٹائمز، ہائی ایشیاء ہیرالڈ اور بام جہاں میں مختلف موضوعات پر کالم لکھتے ہیں۔ فلسفہ، ثقافت، سیاست، اور ادب کے موضوعات پر ان کے بے شمار مضامین اور تحقیقی مقالے ملکی اور بین الاقوامی جریدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ عزیز جرمنی کے شہر برلن کے ماڈرن اورینٹل انسٹی ٹیوٹ میں کراس روڈ ایشیاء اور جاپان میں ایشیاء لیڈرشپ پروگرام کے ریسرچ فیلو رہے ہیں۔

قلم آزاد

ترتیب وادارت: ادریس بابر

عشرہ// پہلا دوسرا تیسرا رُخ

باپ نے جاگیر بچوں میں بانٹی، ہر کسی کو اس کے حصے کی بھوک دی
چینل والوں کو اس سے کیا، کوئی چھوٹی عمر میں محنت کرے یا نہ کرے
خواہشیں ٹول بیگ میں ڈال کر خاندان کا پیٹ بھرے یا نہ بھرے
نئے کپڑے۔۔؟ پہنتے تو اُن پر بھی انجن کی کالک ہی لگنی تھی۔۔خیر
چائے پی کر سوچا۔۔بیس روپوں میں اک دن کی سبزی آجانی تھی۔۔خیر
کتابیں چھوڑ کر بسوں پر لکھے جملے پڑھنے سے زیادہ سمجھداری آتی ہے
ٹائی کوٹ پہن کر تم نے ٹی وی پر ہلکا پھلکا ٹاک شو ہی چلانا ہے
پورے دن میں بس اک بار جلنے والا چولہا۔۔یار کیوں بند کروانا ہے؟
آپ کی اس صالح دھمکی سے بھوکے پیاسے لوگ اب اور کتنا ڈر جائیں گے
ایک سمے کی روٹی سے ہاتھ دھوئیں گے تو کیا ہوگا؟ زیادہ سے
زیادہ مرجائیں گے

رحمان راجہ

....

عشرہ/ اعلامیہ

وہ کہتے ہیں نیند اڑا کر لے جائیں گے
وہ کہتے ہیں خواب چرا کر لے جائیں گے
وہ کہتے ہیں دیپ بجھا کر لے جائیں گے
انہیں یہ سب کچھ کرنے سے کیا کوئی رکاوٹ روکے گی
راہیں ان کی رستے ان کے تقدیروں پر ان کے کام کا
سکہ چلتا ہے
وہ راتوں کے پالنہار ہیں
ہر اندھیارا ان کے نام کی مالا جپتا ہے
روشنی اپنی خواب سراوں میں دفنا دو
وہ کہتے ہیں ہاتھ بڑھا کر لے جائیں گے
وہ کہتے ہیں خون بہا کر لے جائیں گے

خمار میرزادہ

....

بڈھے بلوچ کی فریاد

وہ میرا بچہ
کہ جس کو پالا تھا
میں نے آغوش ِ تربیت میں
وہ جس کی مسکاں نے
میرے دل کو
ہزاروں خوشیوں سے بھر دیا تھا
وہ قہقہے جن سے
گونجتا تھا مکان میرا
جہان میرا
وہ بولتا تو
کلام کرتی تھی میری دنیا
وہ میرے وحشت سرا
بیاباں کا پھول
امید کی کرن تھا
بڑے دنوں سے
وہ کھو گیا ہے
وہ گم شدہ ہے
وہ لاپتہ ہے
کوئی تو آ کر مجھے بتاؤ
کہ وہ کہاں ہے؟
وہ کس جگہ ہے؟
وہ کس طرح ہے؟
بہ عافیت ہے؟
سکون سے ہے؟
اسے میسر ہے
آب ِ شیریں و نان ِ سادہ؟
ہوائے تازہ
کی آمد و رفت اس جگہ ہے؟
کوئی تو اس کا سراغ لاؤ
مجھے بتاؤ
مجھے بتاؤ
اے سخت نا مہرباں ہواؤ!!!

فیصل ریحان

....

نوگوایریا

جہاں خوش گمانی کے پتوں پہ
زردی کھٹکنے لگی ہے
وہیں کھڑکیوں پہ لٹکتی ہوئی بیل
الجھن میں ہے ,راستہ گم ہوا
اے زمانے بتا ان زمینوں میں
مدفوں خزانے کا نقشہ کہاں ہے
دفینے کے پہرے پہ بیٹھے ہوئے
چاہِ وحشت سے اب
جُرعہ جُرعہ پیے جاتے ہیں
اور پھنیئر کے سینے پہ
تمغوں کی تعداد بڑھتی ہی جاتی ہے
پھنکار کی گونج سے دل دہلتے ہیں
دہشت نئی ہے مگر کینچلی تو وہی
اور گھسٹتا ہوا کارواں بھی وہی ہے
سنا ہے کہ آہستہ آہستہ
زیرِ زمیں کوئی رستہ نکالا گیا ہے
جو سانپوں کے بل سے گزرتا ہے
پھنکار اب پنجگانہ سنی جائے گی
اور منادی کرائی گئی ہے
اگر وہ کسی کو بھی ڈس لیں
تو انسان منظر سے غائب ,
(کتنے ہی غائب ہیں اب تک)
انہوں نے ہمیں ڈر کی زنجیر سے باندھ رکھا ہے
اور ہم پریشاں پرندوں کی مانند
ہاتھوں میں نقلِ مکانی کے
احکام تھامے ہوئے
مٹیوں پہ برس ہا برس سے
تھکن سے شرابُور ,مجبور ہیں
آسماں گم ہوا ,سو کہاں جائیں گے؟
سامری قہقہہ زن ہے
سانپوں کی پھنکار کی گونج ہے
خوش گمانی کے پتے تو
موسیٰ کے رستے پہ بکھرے پڑے ہیں
دفینے کے رستوں کا نقشہ نہیں
اب عصا چاہیے
اور ہمیں اپنے حصے کا تھوڑا سہی
پر خدا چاہیے

ثاقب ندیم

بچوں پر بوجھ نہ ڈالیں، انہیں تعلیم کا لطف اٹھانے دیں!

فیصل باری

ہم اپنے بچوں پر اتنا زیادہ تعلیمی بوجھ کیوں ڈالتے ہیں؟ ہم اس بوجھ کو کم کیوں نہیں کرسکتے؟ ہم اپنے بچوں کو چھوٹی جماعتوں سے ہی اتنے زیادہ مضامین کیوں پڑھاتے ہیں جبکہ ہر سال ہمارے نصاب میں ہر مضمون کے اہداف بھی زیادہ ہوتے ہیں۔

اچھی پڑھائی اور اچھی اسکولنگ کے لیے زیادہ تعلیمی بوجھ ٹھیک نہیں۔ یوں بچے ہمیشہ دباؤ میں رہتے ہیں۔ اساتذہ اور ہمارا اسکولنگ کا نظام، امتحانات لینے پر حد سے زیادہ زور دیتا ہے تاکہ بچوں پر دباؤ برقرار رہے اور وہ 'سیکھ' سکیں۔

طلبہ زیادہ تر وقت امتحانات کی تیاری کررہے ہوتے ہیں جیسے پری پری موکس، پری موکس، موکس، ہفتہ وار ٹیسٹ، ماہانہ ٹیسٹ، ٹرم امتحانات اور فائنلز وغیرہ۔ نتیجہ یہ ہے کہ اسکول میں ایک ناقص نظام ہے جہاں بچوں پر دباؤ ہوتا ہے اور طلبہ کو رٹہ لگانا سکھایا جاتا ہے، یوں اس ناقص نظام میں بچوں کو کچھ سمجھانے کی پروا نہیں کی جاتی اور نہ ہی اس بات پر توجہ دی جاتی ہے کہ بچے سیکھنے کے تجربے کا لطف اٹھائیں۔ اس طرح طلبہ تعلیم کا اصل مقصد یا اچھی تعلیم حاصل نہیں کرپاتے۔

آپ نے طلبہ کے کاندھوں پر اکثر بھاری بھرکم بستے دیکھے ہوں گے۔ بعض اوقات تو ان کا وزن 10 کلو سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ آخر یہ کس طرح قابلِ فہم ہے؟ طلبہ اتنا زیادہ بوجھ کیسے اٹھا سکتے ہیں اور اس کے ساتھ انصاف کیسے کرسکتے ہیں؟ ہمیں شروع کی دو یا تین جماعتوں میں انگریزی، اردو اور ریاضی کے علاوہ کوئی مضمون پڑھانے کی آخر ضرورت ہی کیا ہے؟ ابتدائی تعلیمی سالوں میں بچوں کو انہیں مضامین کی ضرورت ہوتی ہے۔ انہیں اعداد، پڑھنا، بولنا، سننا اور لکھنا سیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا ہمیں اسی پر توجہ دینی چاہیے۔ اے ایس ای آر اور دیگر سرویز ہمیں بتاتے ہیں کہ ہم بچوں کو اعداد سکھانے اور انہیں خواندہ بنانے میں کوئی کامیاب کردار ادا نہیں کررہے۔

تو کیا ان چیزوں پر توجہ دینے کے بجائے ہمارا یوں مذہبی تعلیم، معلوماتِ عامہ اور دیگر مضامین کو نصاب میں شامل کرنا درست ہے؟ ان کے بجائے ہمیں آرٹ، موسیقی، کھیلے، اور دیگر سماجی سرگرمیوں کو نصاب کا حصہ بنانا چاہیے۔ یوں ہمارے بچوں کی نشوونما مزید بہتر انداز میں ہوگی اور ان کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں میں بھی اضافہ ہوگا۔

اور انگریزی، اردو اور ریاضی کے مضامین کو بھی ہمیں آہستہ آہستہ آگے لے کر چلنا چاہیے۔ بچے زبانیں کیسے سیکھتے ہیں؟ وہ سن کر (عموماً ابتدائی سالوں میں بچے والدین سے سیکھتے ہیں)، بول کر، پڑھ کر اور پھر آخر میں لکھ کر نئی زبانیں سیکھتے ہیں۔ ہمارے تعلیمی نظام میں لکھنے پر بہت زیادہ زور دیا جاتا ہے اور بچے کو ابتدائی تعلیمی سالوں میں ہی لکھنا سکھایا جاتا ہے۔ آج جو کچھ ہمارے تعلیمی نظام میں ہورہا ہے اس کے برعکس ابتدائی 2 یا 3 جماعتوں میں تو لکھنے کے بجائے زبانی تعلیم پر زیادہ توجہ دینی چاہیے۔

ہمیں چھوٹی جماعتوں میں اتنے سارے مضامین کی ضرورت نہیں ہے۔ ضرورت پڑنے پر ہم بچوں کو انگریزی اور اردو زبان میں کہانیاں سنا سکتے ہیں۔ ہم آرٹ، موسیقی اور گانے سے اپنے بچوں کو نئے مواقع فراہم کرسکتے ہیں۔ بچوں کو اپنے اسکول اور تعلیم سے لگاؤ ہونا چاہیے۔ انہیں نصاب، اساتذہ یا تعلیمی دباؤ کا خوف نہیں ہونا چاہیے۔

جیسے جیسے طلبہ بڑی جماعتوں میں جاتے رہیں، ویسے ویسے دیگر مضامین سے انہیں متعارف کروایا جائے لیکن اس عمل میں بھی جو مضامین پڑھائے جائیں ان کے انتخاب میں احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ 'بچوں کو سب کچھ آنا چاہیے' اس سوچ سے ہم کبھی بھی تعلیمی نظام کو بہتر نہیں بنا سکتے۔

اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ چاہے یہ 21ویں صدی کی مہارتیں ہوں، کمپیوٹر سائنس ہو یا حتیٰ کہ مذہبی مواد کے تراجم ہی کیوں نہ ہو، اگر ہمیں نصاب میں کچھ شامل کرنا ہے تو ہمیں نصاب سے کچھ نکالنا بھی پڑے گا اور اس شمولیت اور حذف کرنے کے لیے معقول وجوہات بھی ہونی چاہئیں۔ کسی اسکول، نصابی کونسل یہاں تک کہ وزیراعظم کی خواہش پر مضامین کو شامل یا انہیں حذف نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن بدقسمتی سے جب بھی نصاب پر نظرِثانی کی جاتی ہے، اس کے نتیجے میں مزید مضامین یا مواد کو نصاب میں شامل کردیا جاتا ہے۔

پاکستان میں ایک اسکولنگ سسٹم کی ویب سائٹ پر درج ہے کہ وہ چھٹی جماعت میں 8 مضامین پڑھاتے ہیں جن میں انگریزی، اردو، ریاضی، سائنس، تاریخ، جغرافیہ، کمپیوٹر سائنس اور مذہبی مضامین شامل ہیں۔ یہ مضامین کافی زیادہ ہیں۔ ان میں آرٹ، موسیقی یا ان جیسے دیگر مضامین شامل نہیں۔ ان سب میں غیرنصابی سرگرمیاں بھی شامل نہیں ہیں۔ آخر ہم اپنے چھٹی جماعت کے بچوں کو بنانا کیا چاہتے ہیں؟

کتابوں کی تفصیلات میں انگریزی کی 5 کتابیں، اردو کی 3 کتابیں، سائنس کی 2 کتابیں اور بقیہ 5 مضامین کے لیے ایک ایک کتاب شامل ہے۔ یہ بہت زیادہ کتابیں ہیں۔ یہ دیکھنے کے بعد اس امر میں کوئی حیرت کی بات نہیں رہتی کہ بچوں کا بستہ بہت بھاری ہوتا ہے اور وہ سمجھنے کے بجائے رٹے کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیا طلبہ کو واقعی اتنی کتابوں کی ضرورت ہے؟ بہت سے ماہرینِ تعلیم نے اپنی تحریروں میں اس مسئلے کو اٹھایا ہے کہ اس سے چیزوں کو سمجھنے اور سیکھنے کے حوالے سے مسائل پیدا ہورہے ہیں۔ تدریس، سیکھنے یا سمجھنے سے انتہائی مختلف چیز ہے۔ اساتذہ اکثر شکایت کرتے ہیں کہ وہ پڑھائی کے عمل کو سست نہیں کرسکتے، جن طلبہ کو سیکھنے میں مشکلات ہورہی ہیں انہیں زیادہ وقت نہیں دے سکتے اور مشکل موضوعات کو بار بار دہرا نہیں سکتے کیونکہ انہیں نصاب پورا کرنا ہوتا ہے اور ان کے پاس اسباق کا ایک پلان ہوتا ہے۔ لیکن یہی تو اصل مسئلہ ہے۔ کیا کورس اور نصاب مکمل کرنا اسے سمجھنے اور سیکھنے سے زیادہ اہم ہے؟ جواب تو واضح ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اس جواب کو تسلیم کوئی نہیں کرتا۔ تقریباً تمام اسکولوں اور ہر سطح پر سیکھنے کے بجائے نصاب ختم کرنے کو فوقیت دی جاتی ہے۔

دنیا بھر میں جامعات طلبہ کو 3 اے لیولز کی بنیاد پر داخلہ دیتی ہیں لیکن ہم پاکستان میں چاہتے ہیں کہ ہمارے طلبہ اسلامیات، اردو اور مطالعہ پاکستان کے امتحانات بھی دیں۔ ہمارے یہاں انٹرمیڈیٹ میں طلبہ کو 7 مضامین (انگریزی، اردو، اسلامیات، مطالعہ پاکستان اور 3 میجر مضامین) پورے کرنا ضروری ہوتے ہیں۔

یہاں بھی زیادہ نصاب کا مسئلہ ہمارے سامنے ہوتا ہے۔ متعدد بار یہ تجاویز پیش کیں جاچکی ہیں کہ قرآن اور سیرت کے مطالعے کو نصاب کا حصہ بنایا جائے۔ کیا ان مضامین کو اسلامیات میں ضم نہیں کیا جاسکتا؟

ہمیں یہ بات اپنے ذہن میں رکھنی چاہیے کہ مضامین کا بڑھتا ہوا بوجھ ہمارے نوجوانوں کی نشوونما پر اثرانداز ہوسکتا ہے۔

اس صورتحال سے مجھے پینک فلوئڈ کا گانا یاد آتا ہے جس کے بول کچھ یوں ہیں:

'ہمیں تعلیم کی ضرورت نہیں ہے/ ہمیں سوچ پر کنٹرول کی ضرورت نہیں ہے/ ہمیں جماعت میں طنز کی ضرورت نہیں ہے/ اساتذہ بچوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں'۔

ہمارے بڑوں کو چاہیے کہ براہ کرم ان پر زور نہ ڈالیں اور اپنے بچوں کو سیکھنے اور تعلیمی عمل سے لطف اٹھانے کا موقع دیں۔

لکھاری لاہور یونیورسٹی آف مینیجمنٹ سائنسز میں اکنامکس پڑھاتے ہیں، اور IDEAS لاہور کے ویزیٹنگ فیلو ہیں۔ ان کا ای میل ایڈریس faisal.bari@ideaspak.org اور bari@lums.edu.pk ہے۔

(بشکریہ ڈان)

خواتین ڈاکٹروں کی شرحِ ملازمت میں کیسے اضافہ کیا جاسکتا ہے

سارا دانیال

گیلپ پاکستان اور پرائیڈ کی رپورٹ کے مطابق سب سے زیادہ آبادی والے دنیا کے اس 5ویں ملک میں طبی ماہرین کی اشد ضرورت کے باوجود پاکستان میں 35 فیصد خواتین ڈاکٹرز بے روزگار ہیں۔

اس تحقیق میں سال 2021ء-2020ء کی لیبر فورس سروے کا تجزیہ کیا گیا جس میں ادارہ شماریات کے ڈیٹا بالخصوص خواتین گریجویٹس پر توجہ مرکوز کی گئی۔

اس کے نتیجے میں جو صورت حال سامنے آئی وہ تشویش ناک ضرور ہے لیکن حیران کُن نہیں۔

جب کراچی کے ایک معروف اسپتال میں میری سرجری ہوئی تو اس وقت آپریشن تھیٹر میں 2 مرد اور 6 خواتین ڈیوٹی سرانجام دے رہی تھیں یہ ایک ایسی سرجری تھی جسے فوری اور بروقت توجہ کی ضرورت تھی۔ اس سے نہ صرف خواتین طبی عملے کی اہلیت بلکہ آپریشن تھیٹر کے جذباتی اور نفسیاتی تناؤ کا مقابلہ کرنے کی خواتین کی صلاحیتوں کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

میرے اپنے خاندان میں ایسی خواتین ڈاکٹرز ہیں جنہوں نے متعدد وجوہات کی بنا پر اس شعبے سے کنارہ کشی اختیار کی۔ وجوہات جاننے کے لیے جب ان سے بات ہوئی تو انکشاف ہوا کہ اصل مسئلہ تو گھر سے شروع ہوتا ہے۔

سب سے پہلے تو ثقافتی اور سماجی رکاوٹیں خواتین کی نقل و حرکت اور روزگار کے مواقع کو محدود کر دیتی ہیں جس کی وجہ سے ان کے لیے مخصوص علاقوں میں اپنا کیریئر جاری رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ صنفی تعصب ملازمت تلاش کرنے میں بہت سی خواتین ڈاکٹرز کی حوصلہ شکنی کر سکتا ہے۔

دوسری وجہ پاکستان کا صحت عامہ کا شعبہ ہے جہاں انفرااسٹرکچر اور وسائل کی کمی کے باعث ملازمت کے مواقع بھی کم ہیں۔ ہمارے شعبہ صحت میں نئے گریجویٹ ہونے والوں کے لیے جگہ محدود ہے جس کی وجہ سے بیروزگاری میں اضافہ ہو رہا ہے۔ صحت کے شعبے میں تعصب اور امتیازی سلوک بھی اس معاملے میں غیر معمولی کردار ادا کر رہا ہے۔ خواتین ڈاکٹرز کو غیر مساوی سلوک کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے یا پھر ترقیوں اور ملازمت دینے میں انہیں نظر انداز کیا جاسکتا ہے جو کہ ان کی بے روزگاری میں کلیدی کردار ادا کر رہا ہے۔

آخری لیکن سب سے اہم وجہ بچوں کی پرورش اور فیملی سپورٹ کے نظام کی کمی ہے جس کی وجہ سے خواتین ڈاکٹرز کے لیے اپنی پیشہ ورانہ اور ذاتی زندگیوں میں توازن قائم رکھنا مشکل ہو جاتا ہے اور وہ کچھ تاخیر سے یا فوری طور پر اپنے کیریئر کو ترک کر دیتی ہیں۔

ہمارے معاشرے میں 'ڈاکٹر بہو سنڈروم' عام ہے جہاں میڈیکل کی تعلیم لڑکیوں کو اسی لیے دی جاتی ہے تاکہ ان کے اچھے رشتے آئیں کیونکہ ایسی بہو معاشرے میں اچھے اسٹیٹس کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ پھر ان سے یہ بھی مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ گھروں میں روٹیاں بنائیں۔ ایسے رویے معاشرے کے لیے پریشان کُن ہیں۔

2022ء میں پاکستان میں ایک عام نجی ٹیچنگ ہسپتال میں ایک سال کی فیس 17 لاکھ روپے تھی۔ اب آپ خود حساب لگا سکتے ہیں کہ 4 یا 5 سالہ اس ڈگری میں کتنی رقم خرچ ہوتی ہوگی۔ لڑکی کے والدین اس کی میڈیکل کی پڑھائی پر اتنی سرمایہ کاری کرتے ہیں اور ابھی تو ہم نے اس میں ریاست کی جانب سے سرمایہ کاری اور مواقعوں کو شامل نہیں کیا۔ یہ سب صرف اس لیے کرتے ہیں تاکہ لڑکی شادی کے بعد اپنا کیریئر چھوڑ دے۔

پاکستان میں خواتین ڈاکٹرز کے کام نہ کرنے کی شرح کو کم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ صنفی تقسیم، صحت عامہ کا انفرااسٹرکچر، کام کرنے کی جگہوں پر تعصب اور خاندانی سپورٹ جیسے متعدد مسائل پر توجہ دی جائے۔

اس مقصد کے حصول کے لیے سب سے پہلا قدم ایسی پالیسیوں کا نفاذ ہوگا جن کے ذریعے ایسے ٹھوس اقدامات اٹھائے جاسکیں جن سے صحت عامہ کے شعبے میں صنفی مساوات کو فروغ دیا جاسکے۔ ایسی قانون سازی ضروری ہوگی جس کے ذریعے طبی اداروں میں خواتین کو مساوی مواقع فراہم کیے جاسکیں۔ ان اقدامات میں طبی اداروں میں خواتین ڈاکٹرز کی خدمات حاصل کرنا، انہیں برقرار رکھنے کے لیے مراعات یا گرانٹ فراہم کرنا، ترقی کے مساوی مواقع فراہم کرنا اور صنفی تنوع کے اہداف کو پورا کرنے کے لیے صنفی امتیاز کو ختم کرنا شامل ہے۔ مینٹورشپ پروگرامز اور پروفیشنل ڈیولپمنٹ کے مواقع پیدا کر کے، خصوصی طور پر خواتین ڈاکٹرز کو ان کا کریئر جاری رکھنے میں مدد ملے گی۔ اس طرح خواتین کی حوصلہ افزائی بھی ہوگی اور وہ میڈیکل کے شعبے میں اپنا کریئر جاری رکھیں گی۔

اگر صحت عامہ کے انفرااسٹرکچر میں وسعت اور بہتری لانے میں سرمایہ کاری کی جاتی ہے تو اس سے خواتین ڈاکٹرز کے لیے ملازمت کے مواقع پیدا ہوں گے۔ صحت کی سہولیات کو بہتر کرنے سے طبی ماہرین کے لیے ملازمت کی گنجائش پیدا بھی ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی ملک میں صحت عامہ کے نظام میں بھی بہتری آئے گی۔ نجی تنظیموں اور سرمایہ کاروں کے تعاون سے انفرااسٹرکچر کی تعمیر میں فنڈنگ اور مدد حاصل کی جاسکتی ہے، یوں پائیدار ترقی کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔ خواتین ڈاکٹرز کی تعلیم و تربیت اور ترقی میں سرمایہ کاری کے ذریعے ایسے علاقوں میں صحت عامہ کی سہولیات کی وسعت کے ساتھ ہی طبی ماہرین کو ملازمت کے مواقع مل سکیں گے۔

سہولت کے مطابق کام کے اوقات اور بچوں کی دیکھ بھال کی سہولیات فراہم کر کے خواتین ڈاکٹرز اپنی ذاتی اور پیشہ ورانہ زندگی میں توازن پیدا کر پائیں گی۔ یہ ضروری ہے کہ خواتین کو ایسا ماحول فراہم کیا جائے جہاں وہ خاندانی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اپنے کریئر کو بھی آگے لے کر چل سکیں۔ کیا ہمارے اسپتالوں یا کارپوریٹ سیکٹر میں ڈے کیئر کی سہولیات موجود ہیں؟ اگر ہیں تو وہ اتنی کم ہیں کہ انہیں با آسانی انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے۔ دوسری جانب پیٹرول کی قیمتوں اور ٹریفک کو دیکھتے ہوئے ہمارے یہاں جو نجی ڈے کیئر مراکز ہیں وہاں سے کام پر آنے جانے کے بھی اپنے الگ اخراجات ہیں جبکہ ان میں بچوں کو اسکول سے لانے اور چھوڑنے کے اخراجات شامل نہیں۔ اس کے علاوہ بار بار اجازت لیکر دفتر یا طبی مراکز سے جانا بھی ممکن نہیں۔

خواتین ڈاکٹرز میں عدم ملازمت کی شرح کو کم کرنا صرف شعبہ صحت کو وسعت دینے اور صنفی مساوات کا معاملہ نہیں۔ یہ سماجی بہبود پر براہِ راست اثر انداز ہوتا ہے۔ اس پر کام کر کے پاکستان اپنے بنیادی چیلنجز سے نمٹنے کے لیے خواتین کی صلاحیتوں کو بروئے کار لاسکتا ہے اور ایک ایسے صحت مند معاشرے کو فروغ دے سکتا ہے جو کہ اچھے مستقبل کی بنیاد بن سکے۔

(بشکریہ ڈان)

امن وامان کی خراب صورتحال

حیدرآباد وائس آف کوہستان کے تحت سندھ میں امن وامان کی خراب صورتحال اور کشمور میں مغویوں کی بازیابی کے لیے دھرنے دیے گئے اور ایک احتجاجی ریلی نکالی گئی۔ وائس آف کوہستان کے تحت اولڈ کیمپس سے نکالی گئی ریلی کی قیادت ڈاکٹر چیتن، ہریش کشن چند، سابق ایم این اے لال مالہی، گوپال داس، ادیب تاج جویو ودیگر نے کی جس میں حیدرآباد اور کوہستان کی سول سوسائٹی، اقلیتی برادری سمیت مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی شخصیات شریک ہوئیں۔ ریلی کے شرکاء نے ہاتھوں میں پلے کارڈز اٹھائے ہوئے تھے جن پر سندھ میں ڈاکو راج اور مغویان کی بازیابی کے حوالے سے نعرے درج تھے۔ ریلی کے شرکاء مارچ کرتے ہوئے پریس کلب پہنچے جہاں مطالبات کی منظوری کے لیے دھرنا دیا گیا۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ بالائی سندھ میں اغواء کی وارداتوں میں اضافہ ہوگیا ہے، پہلے اس درندگی کا شکار صرف اقلیتی برادری تھی لیکن اب وہاں کے مسلمان بھائی بھی اس صورتحال سے دوچار ہیں۔ مظاہرین نے سندھ سے ڈاکو کلچر کے خاتمے، اغواء کی وارادات کی روک تھام، اقلیتی لڑکیوں کے مبینہ زبردستی مذہب تبدیلی، فاطمہ جیسی بچیوں کے قتل میں ملوث ملزمان کی گرفتاری کا بھی مطالبہ کیا۔

(بوٹا امتیاز)

تین نوجوانوں کا اغواء برائے تاوان

نوشہروفیروز نواحی گاؤں کھوڑا شریف سے مبینہ طور پر اغواء ہونے والے نوجوان شاہد کلہوڑو کے اہلِ خانہ اور گاؤں کے افراد نے بڑی تعداد میں پریس کلب نوشہروفیروز کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مغوی شاہد کلہوڑو کے والد میر محمد کلہوڑو اور والدہ روبینہ بی بی نے میڈیا کو بتایا کہ 'ہمارے بیٹے کو اغوا ہوئے ایک ہفتہ گزر گیا ہے مگر وہ بازیاب نہیں کرایا جاسکا ہے'۔ انہوں نے مزید بتایا کہ شاہد سکھر میں مزدوری کرتا تھا۔ ڈاکوؤں نے اسے اغواء کیا اور بعد میں اس کی رہائی کے عوض پچاس لاکھ روپے تاوان طلب کیا ہے۔ اسی طرح، گاؤں حامد اجن سے 20 روز قبل اغواء ہونے والے نوجوان فرحان اجن کی عدم بازیابی کے خلاف گاؤں کے سینکڑوں سیاسی سماجی وشہری رہنماؤں نے کنڈیارو پریس کلب کے سامنے احتجاج مظاہرہ کیا۔ فرحان کے اہلِ خانہ نے میڈیا کو بتایا کہ 'فرحان لیموں کے باغ میں مزدوری کرتا تھا ڈاکوؤں نے اسے اغواء کرلیا ہے اور فون کرکے ہم سے 50 لاکھ روپے تاوان طلب کیا ہے۔' اس کے علاوہ، گاؤں رکھیل فقیر سولنگی سے ایک ہفتہ سے زائد ہو چکا ہے کہ محنت کش نوجوان محمد موسیٰ سولنگی لاپتہ ہے۔ نوجوان کے گھر والوں کو شبہ ہے کہ اسے اغوا برائے تاوان کیا گیا ہے۔ انہوں نے حکومتِ سندھ اور پولیس کے متعلقہ حکام سے مطالبہ کیا ہے ضلع نوشہروفیروز کے تینوں مغویوں کو جلد از جلد بازیاب کرایا جائے۔

(الطاف حسین قاسمی)

ایک برس بعد بھی قاتل گرفتار نہ ہوسکے

حیدرآباد قاسم آباد کے علاقے شاہ بخاری کے رہائشیوں نے قتل کے ملزمان کو گرفتار نہ کیے جانے کے خلاف پریس کلب حیدرآباد کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا۔ اس موقع پر محمد حنیف کھوسو نے الزام عائد کیا کہ ایک سال قبل انہیں، ان کے والد محمد رمضان اور بھائی جعفر کھوسو کو بعض بااثر افراد نے اندھادھند فائرنگ کرکے زخمی کردیا تھا جس کے نتیجے میں ان کے بھائی جعفر کھوسو زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اسپتال میں انتقال کرگیا تھا۔ انہوں نے ارباب اختیار سے اپیل کی کہ ان کے والد کو زخمی اور بھائی کو قتل کرنے والے ملزمان کو گرفتار کیا جائے۔

(بوٹا امتیاز)

کنویں سے نوجوان کی نعش کی برآمدگی

عمرکوٹ 15 ستمبر کو لاپتہ ہونے والے 17 سالا نوجوان بھرت کمار ولد جسروپ مالہی کی نعش 17 ستمبر کو غوثیہ نرسری پارک کے پاس قائم ایک کنویں سے برآمد ہوئی۔ نعش کنویں کے پانی میں رہنے کی وجہ سے گل چکی تھی۔ متوفی کے والد جسروپ کا کہنا تھا کہ ان کی کسی سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ وہ کوئی مقدمہ درج نہیں کروانا چاہتے۔ علاقے میں عام رائے یہ تھی کی نوجوان نے موبائیل فون کی آن لائن خریداری کے لئے پیسے ایڈوانس بھیج دیئے تھے مگر اس کے ساتھ دھوکہ ہوا۔ اس کی رقم کے عوض اسے موبائیل فون نہیں ملا جس کے باعث نوجوان نے پریشانی کی وجہ سے خودکشی کی۔ پولیس کے مطابق والدین جب چاہیں پولیس کاروائی کرنے کے لئے تیار ہے۔

(نامہ نگار)

زمین کے تنازعہ نے ایک اور جان لے لی

اوکاڑہ حجرہ شاہ مقیم کے نواحی گاؤں جھجھ کلاں میں زمینی تنازعہ پر دو گروپوں میں فائرنگ کے نتیجے میں ایڈووکیٹ انعام منشاء موقع پر جاں بحق ہوگیا جبکہ 6 افراد شدید زخمی ہو گئے۔ پولیس نے موقع پر پہنچ کر کاروائی کا آغاز کردیا۔ پولیس نے لاش کو پوسٹ مارٹم کے لئے اسپتال منتقل کردیا۔ ملزمان موقع سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ ملزمان کی گرفتاری کے لئے حجرہ شاہ مقیم پولیس چھاپے مار رہی ہے۔

(اصغر حسین حماد)

واپڈا کی نجکاری کے خلاف احتجاج

ٹنڈو محمد خان واپڈا ہائیڈرو ورکرز یونین کی جانب سے واپڈا کی نجکاری اور مزدروں کو ان کا حق نہ ملنے کے خلاف احتجاجی ریلی نکالی گئی۔ ریلی سے خطاب کرتے ہوئے زاہد کھوسہ، عبدالرشید، اور فیاض میمن نے کہا کہ واپڈا کا شمار ملک کے منافع بخش اداروں میں ہوتا ہے۔ مظاہرین کا مطالبہ تھا کہ مزدوروں کی تنخواہ میں بھی اضافہ کیا جائے۔

(یعقوب لطیف)

مردم شماری میں پشتون بیلٹ کی پوری آبادی کو شمار نہیں کیا گیا

چمن پشتونخوا ملی عوامی پارٹی کے زیر اہتمام پشتون بلٹ پر مردم شماری میں کٹ لگنے کے خلاف شیڈول احتجاج کے سلسلے میں پہلی احتجاجی ریلی چمن سے نکالی گئی۔ احتجاجی ریلی پارٹی کے ضلعی سیکرٹری حاجی صحبت خان اچکزئی کی قیادت میں نکالی گئی جو بعد میں ٹرنچ پر ایک بڑا احتجاجی جلسہ عام میں تبدیل ہوئی جس سے پارٹی کے صوبائی صدر عبدالقہار خان ودان، مرکزی ڈپٹی سیکرٹری ڈاکٹر حامد خان اچکزئی، ضلعی سیکرٹری حاجی صحبت خان اچکزئی نے خطاب کرتے ہوئے ادارہ شماریات کی جانب سے پشتون آبادی کم ظاہر کرنے کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے اسے مسترد کر دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ حالیہ مردم شماری کے پشتون بیلٹ کی آبادی کو مکمل طور پر نہ شمار کرنا اور بلوچ بیلٹ کی آبادی میں اضافہ نامنظور ہے۔ انہوں نے کہا کہ الیکشن کمیشن اس صورتحال کا نوٹس لے۔ چمن کی آبادی نئی مردم شماری کے مطابق 6 لاکھ 66 ہزار جبکہ کٹ لگنے کے بعد 4 لاکھ 66 ہزار رہ گئی ہیں جو کہ سراسر ظلم اور پشتون دشمن عمل ہے۔ رواں سال ہونیوالی ڈیجیٹل مردم شماری کے نتائج کے مطابق بلوچستان کی آبادی سوا دو کروڑ تھی، لیکن مشترکہ مفادات کونسل کے اجلاس میں جن شماریات کی منظوری دی گئی اس کے مطابق صوبے کی آبادی ایک کروڑ 48 لاکھ ظاہر کی گئی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہم چمن شہر میں امن و امان کی خراب صورتحال کی مذمت کرتے ہیں۔ اکثر علاقوں میں حالات انتہائی حد تک خراب ہیں۔ علاقے کے عوام اپنی مدد آپ کے تحت اپنے علاقوں میں امن وامان کی صورتحال بہتر کر رہے ہیں اور منشیات کے اڈے سرِ عام چل رہے ہیں جس کا خاتمہ انتہائی ضروری ہے۔

(محمد صدیق)

دو بیٹوں کو قتل کر کے مزید بیٹوں کو قتل کرنے کی دھمکیاں

کوہلو میرے دو جوان بیٹوں کو قتل کر کے میرا گھر اجاڑ دیا گیا ہے باا‌ثر ملزم کھلے عام گھوم رہے ہیں میرے دیگر بچوں کو قتل اور میرے گھر کو دستی بم سے اڑانے کی دھمکیاں دے رہے ہیں، یہ بات برکت مسیح نے ایک پریس کانفرنس کے دوران بتائی ہے۔ مسیحی برادری سے تعلق رکھنے والے کوہلو کے رہائشی برکت مسیح نے اپنی رہائشگاہ پر پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا ہے کہ میرے دو جوان بیٹے زکریا اور طارق مسیح کو لیویز کیو آر ایف کے میجر رسالدار شیر محمد مری اور نائب رسالدار نظر محمد مری نے قتل کیا ہے، عدالت مجھے انصاف دلانے کے بجائے مجرموں کو ریلیف دے رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرے دو جوان بے گناہ بیٹوں کو قتل کر کے میرا گھر اجاڑ دیا گیا ہے قاتلوں کو فوری گرفتار کر کے اُنہیں کیفر کردار تک پہنچایا جائے، باا‌ثر ملزمان کی عدم گرفتاری سے مجھے اور میرے اہل خانہ کی زندگی کو شدید خطرہ ہے۔ میرے دیگر بیٹوں کو قتل کرنے کی دھمکیاں بھی مل رہی ہیں ایک نقاب پوش شخص نے کالی گاڑی میں آ کر میرے بیٹے کو دھمکی دی کہ اگر میجر رسالدار شیر محمد مری اور نائب رسالدار نذر محمد مری کا نام لیا تو آپکے گھر کو دستی بم سے اڑائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ایف آئی آر میں نامزد ملزمان نے مل کر پہلے میرے بیٹے ذکریا مسیح کو قتل کر دیا اور جب میرے بیٹے طارق مسیح نے اپنے افسر کو درخواست دی کہ میرے بھائی زکریا مسیح کو میجر رسالدار شیر محمد مری اور نظر محمد مری نے قتل کیا ہے تو افسر نے میجر رسالدار شیر محمد کو فون کیا اس اسکے بعد شیر محمد نے ایک مری کو پیسے دیئے اور طارق مسیح کو کینٹ کے اندر قتل کروا دیا، وہ مری ابھی تک گرفتار ہے۔ صحافیوں کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے برکت مسیح کا کہنا تھا کہ میرے بیٹے کو میجر رسالدار شیر محمد کے ڈرائیور نائب رسالدار نذر محمد مری نے صبح گھر سے گاڑی میں اٹھا کر لیویز لائن کوہلو میں صفائی کے بہانے لے گئے تھے اور اسی دن میرے بیٹے زکریا مسیح کی نعش کوہلو کے سٹیڈیم سے ملی، بعد میں قاتلوں کا پتہ چلا۔ اس سے پہلے میں نے ملزمان کو اس لیے نامزد نہیں کیا کیونکہ وہ باا‌ثر تھے اور مجھے خطرہ تھا کہ میرے دیگر بیٹوں کو بھی قتل کریں گے اب بھی تین ملزمان لیویز رسالدار شیر محمد مری، لیویز سپاہی حبیب اللہ مری، لیویز سپاہی جلال خان زرکون گرفتار نہیں ہیں جو 6 ستمبر تک عبوری ضمانت پر ہیں، اور عدالت سے بار بار ضمانت لے کر کھلے عام گھوم رہے ہیں مجھے ان ملزمان سے شدید خطرہ ہے۔ اعلیٰ عالیہ سے اپیل کی ہے کہ میرے دونوں بیٹوں کے قتل میں ملوث مذکورہ ملزمان کو گرفتار کر کے انہیں انصاف کے کٹہرے میں لا کر مجھے انصاف دلایا جائے۔ انہوں نے کہا کہ میں اس پریس کانفرنس کے زریعے اپنی فریاد پوری دنیا کے سامنے رکھ رہا ہوں میں کرسچن ہوں مظلوم ہوں، معزز عدالت سے انصاف کی امید رکھتا ہوں۔ کرسچن کمیونٹی، پاکستان کے اعلیٰ حکام اور ادارے مجھے انصاف دلانے میں اپنا کردار ادا کریں۔

(بشکریہ ZBC اردو)

قتل کر کے نعشیں بھی ساتھ لے گئے

مینگورہ فضا گٹ مینگورہ میں نامعلوم مسلح افراد نے ایک موٹر کار پر اندھا دھند فائرنگ کی اور گاڑی میں موجود افراد کی لاشیں بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ اس بارے میں ایک وائرل ویڈیو میں دیکھا جا سکتا ہے کہ فضا گٹ روڈ پر پشاور ہائی کورٹ کے قریب ایک آلٹو موٹر کار گاڑی جا رہی ہے کہ اس دوران دو گاڑیوں میں سادہ لباس میں ملبوس مسلح افراد آ کر موٹر کار کو روک کر اس پر اندھا دھند فائرنگ کرتے ہیں۔ دوسرے ویڈیو میں دیکھا جا سکتا ہے کہ موٹر کار میں فائرنگ سے جاں بحق افراد کو وہی افراد مردہ حالت میں نکال کر اپنی گاڑیوں میں ڈال کر اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ اس بارے میں متعلقہ پولیس سٹیشن بنڑ سے رابطہ کیا گیا، تو انہوں نے جواباً کہا کہ اس واقعے کے بارے میں ان کو کچھ علم نہیں۔ سوات پولیس کا موقف جاننے کے لئے ریجنل پولیس افسر سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے واقعے کی تصدیق کی، تاہم بتایا کہ ان کو معلومات نہیں ہیں کہ فائرنگ کرنے والے اور موٹر کار میں موجود لوگ کون تھے۔ ٹراما سینٹر سنٹرل اسپتال سیدو شریف کے ذرائع کے مطابق سہ پہر کے وقت نامعلوم افراد ایک شخص نیک محمد کی لاش چھوڑ کر چلے گئے، تاہم اس کی شناخت نہ ہو سکی۔ آخری اطلاعات کے مطابق اسپتال انتظامیہ نے شناخت نہ ہونے کی بنا پر لاش میونسپل کمیٹی کے حوالے کر دی تا کہ وہ اس کو سپردِ خاک کر سکیں۔

(فضل قدیم ایڈووکیٹ)

بچے

پاکستان: گزشتہ سال کا سیلاب بچوں کے لیے مستقل ڈروانا خواب

----- اقوام متحدہ کے ادارہ برائے اطفال (یونیسف) نے خبردار کیا ہے کہ پاکستان میں گزشتہ سال آنے والے سیلاب کی تباہ کاریوں سے بحالی کی کوششوں کے لیے مناسب مقدار میں مالی وسائل دستیاب نہ ہونے کے باعث لاکھوں بچے انسانی امداد پر انحصار کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ متاثرہ علاقوں میں رہنے والے غیر محفوظ لوگوں نے سیلاب کے بعد ہولناک سال گزارا ہے۔ رواں سال ملک بھر میں ہونے والی مون سون کی بارشوں میں 87 بچوں سمیت 210 افراد ہلاک ہو چکے ہیں اور 4,000 سے زیادہ گھروں کو نقصان پہنچا ہے۔

غیر معمولی تباہی

2022 میں آنے والے غیر معمولی سیلاب کو موسمیاتی اثرات نے بدترین صورت دے دی تھی اور اس کے نتیجے میں پاکستان کا ایک تہائی رقبہ زیر آب آ گیا۔ سیلاب سے تین کروڑ، تیس لاکھ لوگ متاثر ہوئے جن میں نصف تعداد بچوں کی تھی۔ سیلاب میں اہم نوعیت کے بنیادی ڈھانچے کو شدید نقصان پہنچا یا وہ تباہ ہو گیا جس میں 30,000 سکول، 2,000 طبی مراکز اور پانی کی فراہمی کی 4,300 مراکز شامل ہیں۔

امدادی وسائل کی کمی

اگست 2022 سے اب تک یونیسف اور اس کے شراکت دار متاثرہ آبادیوں کو مدد دینے میں مصروف ہیں۔ انہوں نے 36 لاکھ لوگوں کو صحت کی بنیادی خدمات پہنچائی ہیں، 17 لاکھ ملین لوگوں کو صاف پانی مہیا کیا ہے اور 545,000 سے زیادہ بچوں اور ان کی دیکھ بھال کرنے والوں کو ذہنی ونفسیاتی صحت کی خدمات فراہم کی ہیں۔

پائیدار سرمایہ کاری

عبداللہ فادل نے حکومت اور شراکت داروں سے کہا کہ وہ بچوں اور خاندانوں کے لیے سماجی خدمات کے شعبے میں سرمایہ کاری کو بڑھائیں۔ ان کا کہنا ہے کہ موسمیاتی تبدیلی کے اثرات کا مقابلہ کرنے والے ایسے نظام قائم کرنے کی ضرورت ہے جن کی بدولت عدم مساوات کا خاتمہ ہو اور لوگوں کو موسمیاتی دھچکوں کے مقابل مضبوط بنایا جا سکے۔

(بشکریہ یو این ڈاٹ او آر جی)

دنیا کے تیس کروڑ تیئس لاکھ بچے انتہائی غربت کا شکار

گوئٹے مالا کا شمار دنیا کے اُن ملکوں میں ہوتا ہے جہاں بچوں میں غذائیت کی شدید کمی ہے۔ اقوامِ متحدہ کے ادارہ برائے اطفال (یونیسف) اور عالمی بینک کی جاری کردہ ایک نئی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ دنیا بھر میں ہر چھ میں سے ایک بچہ روزانہ 2.15 ڈالر سے بھی کم وسائل میں زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں تیس کروڑ، تیئنتیس لاکھ ملین بچے شدید غربت میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور گزشتہ دہائی کے دوران اس تعداد میں تقریباً پانچ کروڑ افراد کی کمی ہوئی ہے۔

تاہم رپورٹ کے مصنفین کا کہنا ہے کہ اگر کووڈ۔19 سے متعلقہ تین سالہ مسائل پیش نہ آتے تو مزید لاکھوں لوگوں کو شدید غربت سے نکالا جا سکتا تھا۔

پیش رفت میں تعطل

یونیسف کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر کیتھرائن رسل نے کہا ہے وبا کے اثرات اور جنگوں، موسمیاتی تبدیلی اور معاشی جھٹکوں نے بچوں کی غربت کا خاتمہ کرنے کی جانب پیش رفت کو روک دیا ہے۔ انہوں نے شدید غربت کی بنیادی وجوہات پر قابو پانے اور یہ یقینی بنانے کے لیے کوششوں میں اضافہ کرنے کو کہا کہ تمام بچوں کو تعلیم، غذائیت، علاج معالجے اور سماجی تحفظ سمیت تمام ضرورت خدمات تک رسائی ہو۔ انہوں نے کہا کہ ان بچوں کو بے یارومددگار نہیں چھوڑا جا سکتا۔

سب سے متاثرہ خطہ

رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا بھر میں شدید غربت کا شکار افراد میں نصف سے زیادہ تعداد بچوں کی ہے جبکہ وہ دنیا کی مجموعی آبادی کا صرف ایک تہائی ہیں۔ شدید غربت کا شکار تقریباً 90 فیصد بچوں کا تعلق یا تو ذیلی صحارا افریقہ سے ہے یا وہ جنوبی ایشیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ 2022 میں ذیلی صحارا افریقہ میں شدید غربت کی شرح 40 فیصد تھی جو دنیا میں سب سے زیادہ ہے اور اس خطے میں شدید غربت کا شکار بچوں کی شرح بھی سب سے زیادہ رہی جو 71 فیصد ریکارڈ کی گئی۔ 10 برس پہلے یہ شرح 55 فیصد تھی جس میں اب نمایاں اضافہ ہو چکا ہے۔ رپورٹ کے مصنفین کا کہنا ہے کہ تیزی سے بڑھتی آبادی اور سماجی تحفظ کے محدود اقدامات کا اس تیز تر اضافے میں اہم کردار ہے۔ دریں اثنا، مشرق وسطیٰ اور شمالی افریقہ کے علاوہ دنیا کے دیگر تمام خطوں میں شدید غربت کی شرح میں متواتر کمی دیکھی گئی ہے۔

جنگوں کے اثرات، تعلیم کا فقدان

رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ دیہی علاقوں میں رہنے والے اور ایسے گھرانوں کے بچے شدید غربت سے نمایاں طور پر متاثر ہوتے ہیں جن کے سربراہ کم تعلیم یافتہ یا سرے سے ناخواندہ ہیں۔ اندازے کے مطابق مسلح تنازعات سے متاثرہ ممالک میں ہر تین میں سے ایک بچہ شدید غربت کا شکار گھرانوں میں رہتا ہے، جبکہ مستحکم ممالک میں ہر 10 میں سے ایک بچہ شدید غربت کا شکار ہے۔

پسماندگی کا شکار بچے

رپورٹ میں خبردار کیا گیا ہے کہ غربت میں کمی کی موجودہ شرح کو مدِنظر رکھا جائے تو 2030 تک بچوں کی شدید غربت کے خاتمے سے متعلق پائیدار ترقی کا ہدف (ایس ڈی جی 1) حاصل نہیں ہو پائے گا۔ اس ہفتے کے آغاز میں اقوام متحدہ کے ہائی کمشنر برائے انسانی حقوق نے انسانی حقوق کونسل میں خطاب کرتے ہوئے اس ہدف کی جانب دنیا کی ناکافی پیش رفت کو انسانی حقوق سے متعلق خوفناک اجتماعی ناکامی قرار دیا تھا۔ اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی (18 تا 22 ستمبر) کے اعلیٰ سطحی ہفتے میں یہ مسئلہ ایجنڈے پر سرفہرست ہوگا جب عالمی رہنما پائیدار ترقی کے اہداف کی مقررہ مدت میں نصف عرصہ گزر جانے کے بعد ان پر ہونے والی پیش رفت کے بارے میں تبادلہ خیال کریں گے۔ اعلیٰ سطحی ہفتے کے آغاز پر ہونے والی ایس ڈی جی کانفرنس کا مقصد ان 17 اہداف پر عملی اقدامات کی رفتار تیز کرنا ہے اور اس دوران متوقع طور پر اس حوالے سے ایک سیاسی اعلامیے کی منظوری بھی دی جائے گی۔

(بشکریہ یو این ڈاٹ او آر جی)

تعلیم

تنخواہوں کی عدم ادائیگی

نوشکی نوشکی سمیت بلوچستان میں پانچ سو سے زائد کمیونٹی بیسک ایجوکیشن اسکولز کی خواتین اساتذہ گزشتہ 27 ماہ سے تنخواہوں کی عدم ادائیگی کی وجہ سے معاشی مشکلات سے دوچار ہیں۔ خواتین اساتذہ انتہائی قلیل تنخواہ پر اپنے فرائض منصبی سرانجام دے رہی ہیں۔ گزشتہ 20 سالوں سے اساتذہ اس پروجیکٹ میں تعلیم کے فروغ کے لیے کوشاں ہیں۔ دیگر صوبوں میں اسی پروجیکٹ میں فرائض دینے والے اساتذہ کو محکمہ تعلیم میں ضم کر کے مستقل کر دیا گیا ہے لیکن بلوچستان میں حکومت اور محکمہ تعلیم کے اعلیٰ حکام کی عدم توجہی کا اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ گزشتہ 27 ماہ سے اساتذہ کی تنخواہوں کی ادائیگی کا مسئلہ حل نہیں ہو رہا۔ پروجیکٹ میں خدمات سرانجام دینے والی اکثر اساتذہ کی عمریں ملازمت کے بالائی حد سے گزر گئی ہیں جسکی وجہ سے بھی وہ ذہنی دباؤ کا شکار ہیں۔ متاثرہ خواتین اساتذہ نے چھ ماہ قبل پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرے اور پریس کانفرنسیں بھی کیں تھیں۔ اساتذہ نے ایچ آر سی کے نمائندے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اگر ایک ماہ کے دوران انہیں تنخواہیں ادا نہ ہوئیں اور ان کی ملازمت کو مستقل نہ کیا گیا تو وہ پاک ایران قومی شاہراہ پر احتجاج، صوبائی دارالحکومت کوئٹہ تک لانگ مارچ اور قانونی چارہ جوئی کا حق بھی استعمال کریں گی۔ (محمد سعید)

اساتذہ نہ ہونے کی وجہ سے اسکول بند

نوشکی ضلع نوشکی میں 40 پرائمری اسکول جن میں زیادہ تر گرلز پرائمری سکول شامل ہیں، اساتذہ نہ ہونے کی وجہ سے بند ہیں جسکی وجہ سے بڑی تعداد میں طالبات تعلیم کے حصول سے محروم ہیں۔ اس کے علاوہ نوشکی میں اکثر پرائمری اسکولوں میں صرف ایک ٹیچر ہونے کی وجہ سے طلباء اور طالبات کو تعلیم کے حصول میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ محکمہ تعلیم تمام پرائمری اسکولوں میں اساتذہ کی تعداد بڑھانے کے لیے اقدامات کرے۔ پرائمری سطح پر ماہر اساتذہ کی تقرریاں عمل میں لانے کے لیے منصوبہ بندی کی جائے۔ تعلیم کے معیار کی بہتری کے لیے اس اقدام کے دور رس اور مثبت نتائج سامنے آسکتے ہیں۔

(محمد سعید)

سندھ میں گھوسٹ اسکولز اور طبی عملے سے محروم مراکزِ صحت کا انکشاف

کراچی پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے شمالی سندھ میں گھوسٹ سرکاری اسکولز اور ڈاکٹروں اور طبی عملے سے محروم سرکاری مراکز صحت سے متعلق زمینی حقائق پر مبنی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ میں حکومت سندھ کے دعوؤں کی قلعی کھول دی ہے۔ رپورٹ میں بالخصوص کندھ کوٹ میں سرکاری اسکولوں اور مراکز صحت سے متعلق تشویش کا اظہار کیا گیا ہے۔ ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ 2023 بعنوان ''شمالی سندھ: پائیدار حل کی تلاش'' میں تعلیم، صحت سمیت دیگر موضوعات پر تفصیلی انٹرویوز کے ذریعے زمینی حقائق پیش کیے گئے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق ایچ آر سی پی کے مشن نے میرپور ماتھیلو، گھوٹکی، لاڑکانہ، جیک آباد اور کندھ کوٹ کا دورہ کیا اور صحافیوں، وکلا اور سماجی رہنماؤں سمیت متعلقہ علاقوں کے متاثرہ افراد سے بات چیت کی۔ ''قبائلی تنازعات کی وجہ سے دیہاتوں کے بیشتر اسکول بند رہتے ہیں'' ایچ آر سی پی کی رپورٹ کے مطابق شمالی سندھ میں پرائمری اسکولوں کی تعداد ثانوی اسکولوں سے کہیں زیادہ کم ہے جبکہ قبائلی تنازعات کی وجہ سے دیہاتوں کے بیشتر اسکول بند رہتے ہیں اور جو موجود ہیں وہ انتہائی خستہ حالت میں ہیں جہاں مناسب پانی، بجلی، بیت الخلا یا بیٹھنے کی سہولیات کا فقدان ہے جبکہ اساتذہ کی غیر حاضری ایک بڑا مسئلہ ہے۔ رپورٹ میں شمالی سندھ بالخصوص کندھ کوٹ میں سینکڑوں گھوسٹ سرکاری اسکولوں کا ذکر کیا گیا۔ فیک فائنڈنگ مشن نے مقامی لوگوں کے حوالے سے بتایا کہ متعدد غیر فعال اسکولوں کی عمارتوں پر مقامی جاگیرداروں کا قبضہ ہے۔ ''گھوسٹ اسکولوں کی اسکول مینجمنٹ کمیٹیاں تھیں اور اساتذہ باقاعدگی سے تنخواہیں لے رہے تھے'' ایچ آر سی پی کی رپورٹ میں ضلع کشمور کے سینکڑوں سرکاری اسکولوں سے متعلق سنگین انکشاف کیا گیا۔ رپورٹ میں مقامی این جی او کے رکن کے حوالے سے بتایا گیا کہ سرکاری کاغذوں میں صرف کشمور میں ایک ہزار 499 پرائمری اور 68 ہائیر سیکنڈری اسکول موجود ہیں جبکہ 25 رکنی ٹیم کی جانب سے کیے گئے سروے کے دوران تقریباً 358 اسکولوں کا وجود ہی نہیں تھا۔ ''کاغذوں میں ان گھوسٹ اسکولوں کی اسکول مینجمنٹ کمیٹیاں تھیں اور اساتذہ باقاعدگی سے تنخواہیں لے رہے تھے، تاہم ایک سروے کے دوران حکام تک پہنچنے کے بعد 30 سے 28 اسکول کھولے گئے''۔ رپورٹ کے مطابق مقامی این جی او کے رکن نے بتایا کہ انہوں نے 2016 میں 25 رکنی ٹیم کے ہمراہ ضلع کے تمام اسکولوں کی نشاندہی کے لیے سروے کیا تھا۔ ''صوبائی حکومت کی بدعنوانی اور بدانتظامی سے تعلیم زوال کا شکار ہے'' علاوہ ازیں رپورٹ کے مطابق سول سوسائٹی کے ارکان نے تعلیمی نظام کو انتہائی زبوں حالی تک پہنچانے کی ذمہ داری صوبائی حکومت کی بدعنوانی، بدانتظامی اور بیوروکریسی پر ڈالی ہے۔ ''پی پی ایچ آئی کے متعدد مراکز صحت میں عملہ نہ ہونے کے برابر ہے'' ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ میں صحت کی مناسب سہولیات کی کمی پر تشویش کا اظہار کیا گیا۔ کندھ کوٹ میں پیپلز پرائمری ہیلتھ انیشی ایٹو (پی پی ایچ آئی) کے متعدد مراکز اور کم از کم ایک چھوٹا ہسپتال یونٹ موجود ہے، جس میں عملہ نہ ہونے کے برابر ہے اور وسائل کی کمی ہے جبکہ ڈاکٹر شاذ و نادر ہی دستیاب ہوتے ہیں۔ رپورٹ میں بتایا گیا کہ شہری سرجیکل علاج کے لیے لاڑکانہ اور سکھر کا سفر کرنے پر مجبور ہیں جبکہ خواتین کو امراض نسواں کے مراکز تک رسائی میں صحت کے غیر معمولی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ''شمالی سندھ میں گھوسٹ اسکولوں کی نشاندہی کر کے انہیں فوراً بند کیا جائے'' ایچ آر سی پی نے اپنی سفارشات میں حکومت سے مطالبہ کیا کہ شمالی سندھ میں گھوسٹ اسکولوں کی نشاندہی کر کے انہیں فوراً بند کیا جائے جبکہ سول سوسائٹی کو گھوسٹ اسکولوں اور انہیں کی جانے والے فنڈنگ روکنے کے لیے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ علاوہ ازیں پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے حکومت سندھ پر زور دیا کہ شمالی سندھ کے ہر ضلع میں گائناکولوجیکل سینٹر اور چائلڈ کیئر سینٹرز قائم کیے جائیں جبکہ 2013 کے ری پروڈکٹو اینڈ ہیلتھ کیئر رائٹس ایکٹ کو بھی نافذ کیا جائے۔ (بشکریہ روزنامہ ایکسپریس)

جنسی ہراسانی کے خلاف احتجاج کرنے والے طلبہ کو یونیورسٹی سے نکال دیا گیا

سوات سوات یونیورسٹی میں جنسی ہراسانی کے خلاف احتجاج کرنے والے 16 طلباء کو ایک سال کے لئے یونیورسٹی سے نکال دیا گیا۔ نکالے گئے طلبہ میں 5 کا تعلق شعبہ صحافت، 3 کا سیاحت، 7 کا شریعہ و قانون اور ایک طالب علم کا تعلق شعبہ سینٹر فار بائیو ٹیکنالوجی اینڈ مائیکرو بیالوجی سے ہے۔ سوات یونیورسٹی میں جنسی ہراسانی کا سکینڈل سامنے آنے اور ویڈیوز سوشل میڈیا پر وائرل ہونے کے بعد ان طلباء نے یونیورسٹی میں طالبات اور استانیوں کے حق میں اور جنسی ہراسانی کے خلاف احتجاج کیا تھا، جس پر یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے حکم پر ان طلبہ کو ایک سال کے لئے یونیورسٹی سے نکال دیا۔ اس عمل پر یونیورسٹی کے طلباء میں شدید غصہ پایا جاتا ہے۔ طلباء کا کہنا ہے کہ یونیورسٹی انتظامیہ کے اس عمل کے خلاف احتجاج کے ساتھ ساتھ عدالت سے بھی رجوع کیا جائے گا۔

(فضل قدیم ایڈووکیٹ)

اقلیتیں

ڈسکہ، پنجاب میں قبل از تقسیم تعمیر ہونے والی احمدیہ عبادت گاہ کو خطرات لاحق ہیں

لاہور 21 ستمبر کو بروز جمعرات ڈسکہ میں حالات اُس وقت کشیدہ ہوگئے جب تحریکِ لبیک پاکستان (ٹی ایل پی) نے احمدیہ برادری کی تاریخی عبادت گاہ کو گرانے کی دھمکی دی۔قدیم شہر ڈسکہ میں واقع یہ عبادت گاہ تقسیم سے پہلے تحریکِ پاکستان کے رُکن اور ایک آزاد ملک کے پہلے وزیرِ خارجہ نے تعمیر کروائی تھی۔ضلعی پولیس کے مطابق عبادت گاہ ظفراللہ خان کے گھر کے ساتھ واقع ہے جس کے مینار بمشکل دکھائی دے رہے تھے۔عبادت گاہ پر مسجد کی کوئی تختی یا نقش نہیں ہے۔ایسا عمل جسے مجموعہ ضابطہ فوجداری میں غیر قانونی قرار دیا گیا ہے۔احمدیہ برادری کے ارکان کی جانب سے اسلام کی مقدس شخصیات کی مبینہ بے حرمتی کے الزامات اور اس مسئلہ پر حکام کے عدم تعاون پر تحریکِ لبیک پاکستان (ٹی ایل پی) کی جانب سے جمعہ کو ریلی نکالنے کے اعلان کے بعد خدشات بڑھ گئے۔تحریک لبیک پاکستان (ٹی ایل پی) کا کہنا ہے کہ وہ سر ظفراللہ خان کی بنائی گئی عمارت کے میناروں کو مسمار کرے گی۔شہر بھر میں اشتہارات آویزاں کیے گئے ہیں جبکہ سوشل میڈیا پر پھیلنے والی وڈیوز میں مختلف طبقہ فکر کے لوگوں کو ریلی میں شمولیت پر اُکسایا گیا۔جمعرات کو ٹی ایل پی کے ہزاروں حمایتی اکٹھے ہوئے اور انہوں نے عبادت گاہ کے میناروں کو گرانے کی دھمکی دی۔ان کا دعویٰ تھا کہ مینار غیر قانونی ہیں اور 1984 میں جنرل ضیاالحق کے فوجی دورِ حکومت میں متعارف کرائے گئے قانون کی خلاف ورزی کے زمرے میں آتے ہیں۔اس سے پہلے، پارٹی نے ڈسکہ پولیس میں بھی شکایت درج کرائی تھی، جس میں عبادت گاہ کی انتظامیہ کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیا گیا تھا۔(پولیس نے پارٹی کو تجویز دی کہ وہ اس معاملہ کو اسسٹنٹ کمشنر کے سامنے اٹھائیں کیونکہ یہ معاملہ ضلعی انتظامیہ کا ہے اور صرف وہی اس کے میناروں کی قانونی حیثیت کا فیصلہ کرسکتی ہے)۔تاہم، تحریک لبیک پاکستان نے "مسئلہ حل کرنے" کے لیے جمعرات کو ڈسکہ میں اپنے اراکین سے جمع ہونے کی اپیل کی۔سابقہ ٹویٹر، ایکس پر کچھ صارفین نے دعویٰ کیا کہ ضلعی پولیس نے مینار گرانے کا فیصلہ کر دیا ہے-تاہم، ڈان سے بات کرتے ہوئے، ضلعی پولیس آفیسر سیالکوٹ حسن اقبال نے اس خبر کی تردید کی۔انھوں نے کہا کہ ڈھانچہ برقرار ہے اور پولیس نے ٹی ایل پی کی دھمکیوں کے بعد عبادت گاہ کے اندر اور اس کے اردگرد سکیورٹی بڑھادی ہے۔اب تک ڈسکہ میں احمدیہ عبادت گاہ کے میناروں کو کسی نے مسمار نہیں کیا، انہوں نے مزید کہا کہ اس مسئلہ کے پُرامن حل کے لیے دونوں فریقین کے ساتھ مذاکرات چل رہے ہیں۔میناروں کی غیر قانونی تعمیر کے حوالے سے ٹی ایل پی کے دعویٰ کے بارے میں انہوں نے کہا کہ ابتدائی پوچھ گوچھ کے مطابق عبادت گاہ پُرانی ہے اور اس نے کسی قانون کی خلاف ورزی نہیں کی۔ضلعی پولیس آفیسر (ڈی پی او) نے مزید کہا کہ عدالتِ عالیہ لاہور نے گزشتہ ماہ ایک حکم نامہ جاری کیا، جس میں کہا گیا کہ احمدیہ برادری کی عبادت گاہوں پر 1984 کے قانون سے پہلے بنائے گئے میناروں کو مسمار یا تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔سکیورٹی کی مکمل یقین دہانی کراتے ہوئے ڈی پی او نے کہا کہ اقلیتی برادری کے اراکین اپنی عبادت گاہ میں محفوظ طریقے سے اپنے عقیدے پر سے عمل کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

لگاتار حملے

عدالتِ عالیہ لاہور کے حکم نامے کے باوجود حالیہ مہینوں میں کئی احمدی عبادت گاہوں پر حملے کیے گئے اور توڑ پھوڑ کی گئی۔پاکستان میں احمدیہ جماعت کے ترجمان عامر محمود کے مطابق نو ماہ کے عرصے میں احمدیہ عبادت گاہوں پر ایسے پانچ حملے ہو چکے ہیں۔ان اقدامات پر اقوام متحدہ نے غم وغصے کا اظہار کیا اور اس کے ہائی کمشنر دفتر برائے انسانی حقوق نے احمدیوں کے ساتھ ہونے والے سلوک پر تشویش کا اظہار کیا۔

رپورٹر: آصف چوہدری؛ مترجم: سلیم عباس (انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

پولیس نے احمدی عبادت گاہوں کی بے حرمتی کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے

لاہور عدالتِ عالیہ لاہور کے احمدی برادری کی 1984 سے قبل تعمیر شدہ عبادت گاہوں کو مسمار یا ان کی حالت تبدیل نہ کرنے سے متعلق واضح احکامات کے باوجود لاہور پولیس نے سڑک کے دونوں اطراف کو بند کر کے اپنی نگرانی میں محراب گروائے۔ایک طرف تو فضا میں اذان کی آواز گونج رہی تھی اور دوسری طرف شاہدرہ ٹاون میں پنجاب پولیس مذہبی شدت پسندوں کے ایما پر احمدیوں کی عبادت گاہ کو نقصان پہنچا رہی تھی۔ پندرہ سے بیس پولیس والے احمدی برادری کی شاہدرہ ٹاون کی عبادت گاہ میں آئے اور مطالبہ کیا کہ احمدی حضرات خود محراب گرا دیں۔احمدیوں نے پولیس کو عدالتِ عالیہ لاہور کے احکامات سے آگاہ کیا اور بتایا کہ یہ عبادت گاہ 1947 سے پہلے کی تعمیر شدہ ہے۔2014 میں عدالتِ عظمٰی نے ایک تاریخی فیصلے میں اقلیتوں کی عبادت گاہوں کے تحفظ کے لیے ایک خصوصی پولیس فورس بنانے کا حکم دیا تھا۔بدقسمتی سے یہاں پولیس خود احمدیوں کی عبادت گاہوں کو مسمار کر رہی ہے۔جب شدت پسند گروہوں کا ڈر اتنا ہے تو پولیس تحفظ کیسے پہنچائے گی؟اس ضمن میں یہ بات قابلِ غور ہے کہ 21 ستمبر 2023 کو پولیس نے صرف عبادت گاہ کے اندر پڑے ساز وسامان کو نقصان نہیں ہی پہنچایا بلکہ عبادت گاہ کے بقیہ دو میناروں کو بھی مسمار کر دیا ہے۔اُس سے قبل 18 جنوری 2023 کو ایک حملے میں عبادت گاہ کے دو میناروں کو نقصان پہنچایا گیا تھا۔

(حذیفہ علی)

صحت

خالی آسامیاں پُر کی جائیں

نوشکی میر گل خان نصیر ٹیچنگ اسپتال میں 110 آسامیوں میں سے 61 خالی ہیں جن میں لیڈی میڈیکل آفیسر کی 10، میڈیکل آفیسر کی 8، چائلڈ اسپیشلسٹ کی 2، اسسٹنٹ پروفیسر گاینا کالوجی کی 2، اسسٹنٹ پروفیسر سرجری کی 2، آئی اسپشلسٹ کی 1، اسٹاف نرس کی 17 آسامیاں اوراسی طرح دیگر شعبوں میں کئی آسامیاں عرصہ دراز سے خالی ہیں جس کی وجہ سے نوشکی کے غریب عوام کو صحت کی بنیادی سہولیات کی فراہمی میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اسپتال میں سینئر سرجری گائنا کالوجسٹ، آئی اسپشلسٹ اور دیگر خالی آسامیوں پر ترجیحی بنیادوں پر تقرریاں عمل میں لائی جائیں۔ آئی اسپشلسٹ اور سرجری گائنا کالوجسٹ نہ ہونے کی وجہ سے آنکھ کی معمولی تکلیف اور زچہ بچہ جیسے کیسز میں غریب عوام کو صوبائی دارالحکومت کوئٹہ کا رُخ کرنا پڑتا ہے جس سے انہیں مالی مصائب اور وقت کے ضیاع سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

(محمد سعید)

شہر کے وسط میں کچرے کا ڈھیر

چمن چمن شہر بلوچستان کا دوسرا بڑا تجارتی اور سرحدی شہر ہے۔ یہاں سے سالانہ اربوں روپے ٹیکس کی مد میں ریاست پاکستان کو جمع ہوتا ہے۔ چمن شہر کی آبادی اس وقت دس سے بارہ لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ پروفیسر محمد سلیم اچکزئی، جمعہ خان درانی اور محمد قسیم خان اچکزئی نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے کارکن محمد صدیق مدنی کو بتایا کہ شہر کی آبادی زیادہ تر چمن بائی پاس پر آباد ہے۔ وہاں اِس وقت تین لاکھ پچاس ہزار سے چار لاکھ لوگ لگ بھگ لوگ مقیم ہیں۔ اس علاقے کا سب سے بڑا مسئلہ شاہراہ پر انگریز دور سے پڑا کچرہ ہے جسے اٹھا کر کسی مناسب جگہ پر ٹھکانے لگانا انتہائی ضروری ہے۔ کچرے کے ڈھیر کی وجہ سے اس علاقے کے مکین جس میں بزرگ، جوان بچے، عورتیں مختلف بیماریوں کا شکار ہوتے ہے اور اس کچرے کی وجہ سے اس علاقے میں ہر وقت مختلف وبائی امراض پھیلتی رہتی ہیں۔ چمن شہر کے وسط میں کچرہ ٹھکانے لگانے کے لیے یہ جگہ 1895 کی دہائی میں یعنی انگریزوں کے دور میں مختص ہوئی تھی۔ اُس وقت شہر کی آبادی بمشکل 50.000 ہوگی۔ آج یہ علاقہ شہر کے بالکل وسط میں آچکا ہے اور آبادی لاکھوں تک پہنچ چکی ہے۔ آزادی سے قبل کا کچرہ بھی یہاں پڑا ہوا ہے اور اب مختلف علاقوں کا کچرہ اٹھا کر یہاں پھینک دیا جاتا ہے۔ شہر کے وسط میں واقع ایک طرف چمن کا قدیمی قبرستان ہے جس میں اس شہر کے تمام اقوام کے آباؤ اجداد دفن ہیں۔ درمیان میں بین الاقوامی شاہراہ ہے۔ دوسری طرف یہ 1895 دور کا کچرہ ڈھیر انتہائی بدنما نظر آرہا ہے۔ گندگی کے ڈھیر کی وجہ سے اردگرد کے تمام علاقوں میں ہر وقت بدبو پھیلی رہتی ہے جو کہ مقامی آبادی اور راہ گیروں کے لیے شدید اذیت کا باعث ہے۔ یاد رہے کہ یہ زمین افواج پاکستان کی ملکیت ہے۔ لہٰذا وزارت دفاع کے سینئر افسران سمیت تمام متعلقہ حکام سے مطالبہ ہے کہ کچرے کے ڈھیر کے لیے شہر سے باہر کوئی مناسب جگہ مختص کریں اور یہاں کچرہ پھینکنے پر پابندی عائد کریں۔ میونسپل حکام کو چاہیے کہ وہ شہریوں کے اس پرزور مطالبے کو سنجیدہ لیتے ہوئے فوری طور پر کچرے کے لیے کسی اور جگہ کا انتخاب کر کے لوگوں کو اس سے مطلع کریں۔ شہر کے کچرے کے لیے شہر سے دور کوئی اور زمین الاٹ کرنے کے احکامات صادر فرمائیں۔ چمن شہر میں سیر و تفریح کے لیے نہ کوئی پارک ہے اور نہ ہی کوئی جگہ۔ اس شہر کے عوام کے لیے افواج پاکستان کی زیرنگرانی اسی کچرے کے جگہ پر ایک عسکری پارک کی تعمیر کی منظوری دے کر اس شہر کے عوام کو تفریح کی سہولت فراہم کی جائے۔

(محمد صدیق)

عورتیں

مقدمہ درج نہ ہونے پر ورثاء کا احتجاج

نوشہرو فیروز نواحی علاقہ پڈعیدن میں سسرال میں مبینہ طور پر شوہر کے ہاتھوں قتل ہونے والی شادی شدہ نوجوان لڑکی عائشہ ملک کی ایف آئی آر درج نہ کیے جانے کے خلاف مقتولہ کے ورثا نے نصرت کینال پل پر لاش رکھ کر آٹھ گھنٹے احتجاجی دھرنا دیا۔ اس موقع پر مقتولہ کی ماں بلقیس ملک نے الزام عائد کیا کہ 'پولیس ملزمان کو بچانا چاہتی ہے کیونکہ میرا داماد اور اس کے گھر والے جنھوں نے میری بیٹی کو گلہ گھونٹ کر قتل کیا ہے وہ پولیس اہلکار عبیداللہ کے اہلے خانہ ہیں۔" چوبیس گھنٹے گزر جانے کے باوجود ہماری دہشتگردی ایکٹ کے تحت ایف آئی آر درج نہیں کی جارہی۔ بعدازاں، ایس ایچ او پڈعیدن نے دھرنا میں پہنچ کر مظاہرین سے مزکرات کیے اور مظاہرین کو یقین دہانی کرائی جس پر چھ گھنٹے بعد دھرنا ختم کردیا گیا۔

(الطاف حسین قاسمی)

خواتین کو شناختی کارڈ بنوانے میں مشکلات کا سامنا

چمن چمن شہر کے نادرا دفاتر میں خواتین کو بے تحاشا مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ نادرا دفتر میں شعبہ خواتین کی انچارج آئے روز دفتر سے غیر حاضر رہتی ہیں۔ چمن کے رہائشی حاجی دولت نے جہدِ حق کے نمائندے کو بتایا کہ نادرا دفاتر میں کارڈ بنوانا کسی عذاب سے کم نہیں۔ خواتین نادرا سینٹر انچارج نے دفتر سے غیر حاضر رہنا معمول بنا لیا ہے جس کے باعث نہ صرف خواتین بلکہ ان کے ساتھ آنے والے مرد حضرات کو بھی کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ شہریوں سے دفتر کے کئی چکر لگوائے جاتے ہیں اور کاغذی کارروائی مکمل کرنے میں کئی مہینے صرف ہوجاتے ہیں۔ انہوں نے ڈی جی نادرا، اور ڈپٹی کمشنر کیپٹن راجہ اطہر عباس سے مطالبہ کیا کہ وہ خواتین نادرا سینٹر انچارج کی غیر حاضری اور خواتین کو درپیش مشکلات کے معاملے کا نوٹس لیں۔

(محمد صدیق)

ملیریا کی وباء پر قابو پایا جائے

خیبر ضلع خیبر کی تحصیل باڑہ برقمبر خیل اور ملحقہ علاقوں میں ملیریا بخار نے وبائی شکل اختیار کرلی ہے۔ جس سے خاص طور پر بچے اور بوڑھے لوگ شدید متاثر ہورہے ہیں۔ شہریوں کا مطالبہ ہے کہ محکمہ صحت خیبر ہنگامی طور پر متاثرہ علاقوں میں میڈیکل ٹیم اور ادویات بھجوائیں اور مچھر مار سپرے کا بندوبست کریں۔

(نامہ نگار)

تقریر اور اظہارِ خیال کی آزادی کا حق

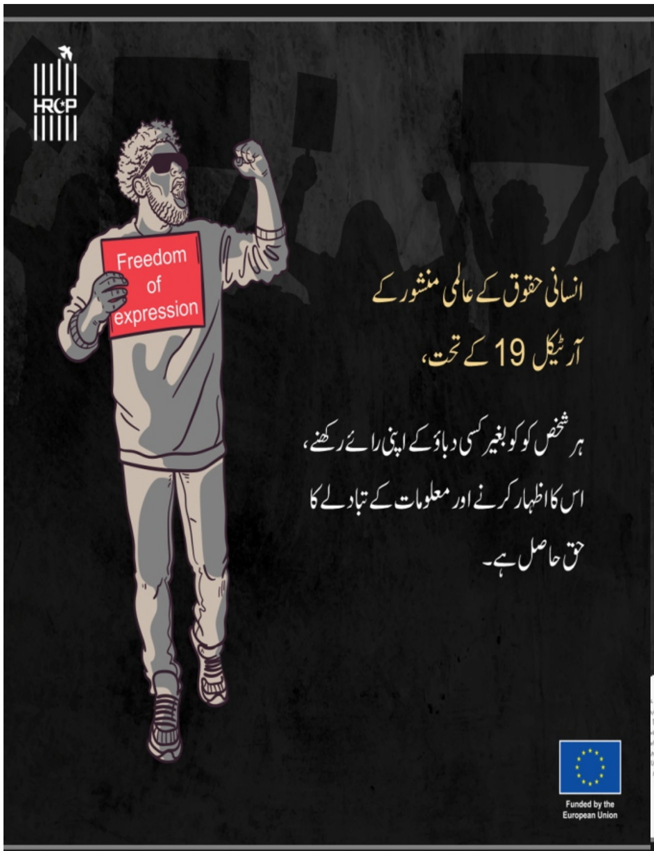

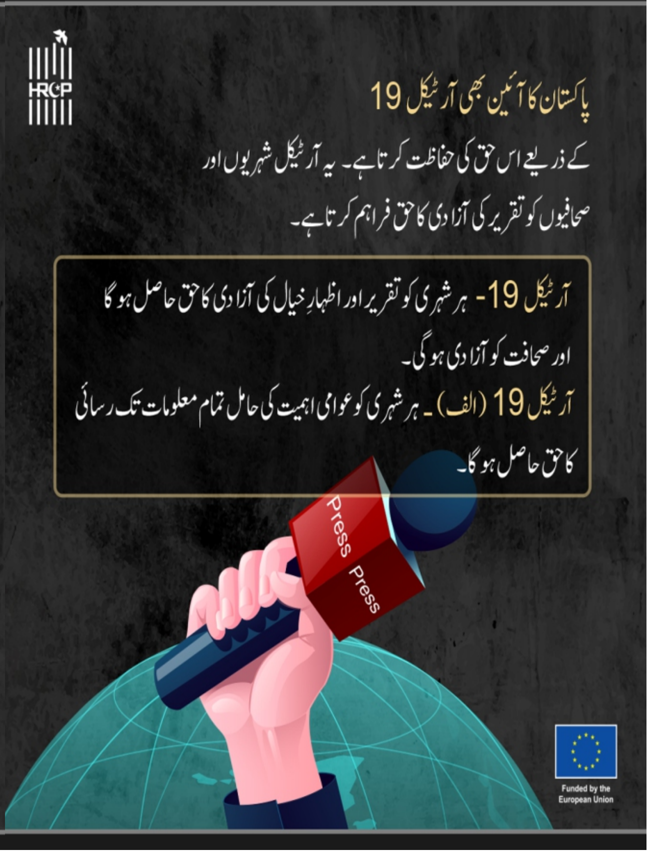

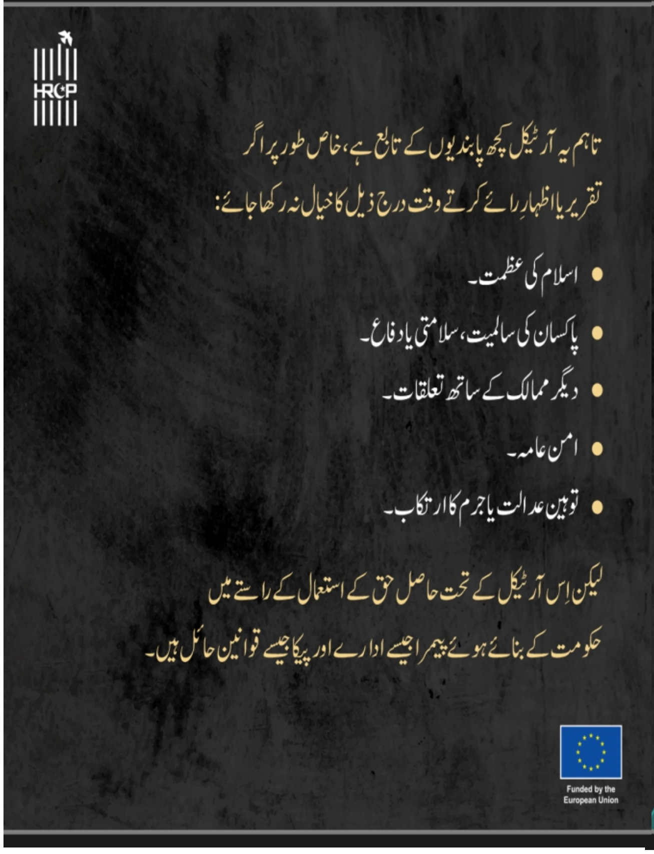

Human Rights Commission of Pakistan
جہدِ حق
پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق جہدِ حق کے تمام قارئین کو آگاہ کرنا چاہتا ہے کہ
یہ رسالہ مفت ہے۔ قارئین کو کسی قسم کی قیمت ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے

22 ستمبر 2023

نوٹس: سالانہ عمومی اجلاس 2023

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کا سالانہ عمومی اجلاس (اے جی ایم) 12 نومبر 2023 بروز اتوار کمیشن کے مرکزی دفتر/سیکرٹریٹ 107 ٹیپو بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں منعقد ہوگا۔ تمام وہ ممبران جو اپنے واجبات ادا کر چکے ہیں، اجلاس میں شرکت کے حقدار ہیں۔ کونسل کا الیکشن بھی اُسی دن منعقد ہوگا۔

ایسے ممبران جنہوں نے اپنے واجبات ادا نہیں کیے مگر کونسل کے انتخابات میں ووٹ ڈالنے کے خواہشمند ہیں، وہ 9 نومبر 2023 کی صبح 09:30 تک (اے جی ایم سے 72 گھنٹے پہلے) اپنے واجبات ادا کر دیں۔ براہ مہربانی واجبات کی ادائیگی سے متعلق تفصیلات جاننے کے لیے مرکزی دفتر میں عالمگیر صاحب سے رابطہ کریں۔

وہ ممبران جو کمیشن کے ضمنی قوانین میں ترامیم چاہتے ہیں اپنی تجاویز یہ نوٹس موصول ہونے کے بعد جتنی جلدی ممکن ہو سکے بذریعہ ڈاک یا بذریعہ ای میل (hrcp@hrcp-web.org) سیکریٹریٹ بھیج دیں تا کہ جنرل باڈی کو بروقت مطلع کیا جا سکے۔

ممبران اے جی ایم میں شرکت اپنے ذاتی خرچ پر کرتے ہیں۔ دفتر لاہور سے باہر سے آنے والے اراکین کو رہائش فراہم کرنے میں مدد فراہم کرے گا، بشرطیکہ وہ محمد الیاس صاحب کو 25 اکتوبر 2023 تک آگاہ کر دیں کہ اُنہیں کس قسم کی اور کتنے دِنوں کے لیے رہائش چاہیے۔

ایجنڈا

08:30 - 09:30	رجسٹریشن/ریفریشمنٹ
09:30 - 09:45	ایجنڈے اور گذشتہ اے جی ایم کی کارروائی کی منظوری
09:45 - 10:45	علاقائی دفاتر سے مختصر رپورٹس (کوئٹہ، تربت، پشاور، لاہور، ملتان، کراچی، حیدرآباد، گلگت اور اسلام آباد)
10:45 - 11:00	سیکرٹری جنرل کی رپورٹ
11:00 - 11:15	خزانچی کی رپورٹ اور آڈیٹر کی تعیناتی
11:15 - 11:45	ضمنی قوانین میں ترامیم
11:45 - 12:00	چیئرپرسن کا خطاب
12:00 - 13:00	عمومی بحث/اے جی ایم کے بیان کے لیے اراکین کی تجاویز
13:00 - 14:00	دوپہر کا کھانا
14:00 - 16:00	سیمینار
16:00 - 16:45	اے جی ایم کا بیان
16:45	چائے
	انتخابات کے نتائج کا اعلان
	منتخب شدہ کونسل کا اجلاس جس میں کونسل کے عہدیداروں کا انتخاب ہوگا

حنا جیلانی
چیئرپرسن

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
"ایوان جمہور" 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور
فون: 35838341-35864994 فیکس: 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ: www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدید پریس، 14 ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15

کمپوز:
جمال احمد
سید رضا شاہ